رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی۔ اے ایل ایل بی، و مولوی صدرالدین (بی۔ اے بی ٹی)

نمبر (۳)	بابت ماہ مارچ ۱۹۱۵ء	جلد (۱)

فہرست مضامین

ماخوذ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا ماہ فروری ۱۹۱۵ء

(۱) شذرات ۱۱۳ (۲) ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱۴
(۳) ایک لیڈی کا قبول اسلام ۱۱۵ (۴) ایمان کی محک ۱۱۶
(۵) حضرت محمد مصطفےٰ صلعم بحیثیت فاتح کے ۱۱۹
(۶) معقولیت ۱۲۲ (۷) اسلام ۱۲۹ (۸) حیوانات کے متعلق ہمارے فرائض ۱۳۳ (۹) یسوع مسیح کا معجزہ شراب ۱۴۰
(۱۰) عرب فاتح ۱۴۹ (۱۱) سیر ووکنگ ۱۵۶
(۱۲) رپورٹ ووکنگ ۱۶۸

قیمت سالانہ تین روپے

اشتہار کتب خواجہ صاحب

مسلم پرئیر۔ مصنفہ خواجہ صاحب انگریزی ۴ر

ویسٹرن اویکننگ ٹو اسلام۔ مصنفہ لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ انگریزی ۱۲ر

صحیفہ آصفیہ "تبلیغ بنام حضور نظام حیدرآباد دکن" مصنفہ خواجہ صاحب ۲ر

بنگال کی دلجوئی۔ انگریزی اردو ہردو ایک ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر مفت

مسلم اِن چیوڈ لورڈ گورنمنٹ۔ انگریزی ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر مفت

کرشن اوتار۔ محصولڈاک آنے پر مفت۔ پیغام صلح محصولڈاک آنے پر مفت

مسلم مشنری کے ولایتی لیکچروں کا سلسلہ۔ اردو انگریزی ہردو ارسال برائے محصولڈاک مفت

اسلامک ریویو و مسلم انڈیا۔ انگریزی سنہ ۱۹۱۳ء صہ ر سنہ ۱۹۱۴ء ہے ر

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اخبار پیغام صلح لاہور

وہ اخبار ہے جو فرنگستان میں اسلامی کوششوں کی صحیح خبریں خواجہ کمال الدین صاحب اور اُن کے ہمراہیوں کی کامیابیوں کے حالات سناتا اور جنگ یورپ کی تازہ خبریں لے کر ہفتہ میں تین بار شایع ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ہندوستان اور دیگر ممالک کے قابل تذکرہ واقعات دلچسپ تنقیدات اور دلکش ادائے بیان کے ساتھ اسلامی جذبات کو متحرک کرنے اور قایم رکھنے کا بیان بحسن و خوبی انجام دیتا ہے۔ اور اپنی دل ربا خصوصیات کے لحاظ سے ملک کا بے نظیر اخبار ہے۔ قیمت سالانہ چھ روپے (ستے ر) ششماہی تین روپیہ (سے ر) سہ ماہی ایک روپیہ نو آنہ (عہ ر) ماہوار نو آنہ (۹ر)

المشتہر:۔ مینیجر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ آف اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا بابت ماہ فروری ۱۹۱۵ء

شذرات

یہ خبر بڑی ہی مسرت انگیز ہے۔ کہ گذشتہ ہفتہ یعنی جب سے کہ ہم نے یہ اعلان کیا ہے۔ کہ دو طریقوں سے اسلام میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ بہت سی خواتین اور مردوں نے اپنے آپکو دونوں میں سے کسی ایک صورت میں حلقہ بگوش اسلام بنا لیا ہے۔ یا تو وہ خطوط کے ذریعہ سے اپنے قبول اسلام کا اعلان کرتے ہیں یا ذیل کے دو مقامات میں سے کسی ایک جگہ خود آکر اس بات کا اعلان کر دیتے ہیں یعنی یا مسجد ووکنگ میں جو اورینٹل روڈ ووکنگ شہر میں ہے اور یا لنڈسے ہال نوٹنگ ہل گیٹ لنڈن مغربی میں۔ لنڈسے ہال میں صرف جمعہ کے دن ہی اجتماع ہوتا ہے اور اس دن نماز جمعہ ٹھیک ۲ بجکر ۴۵ منٹ پر شروع ہو جاتی ہے ✦

مسجد ووکنگ ہر وقت کھلی رہتی ہے علاوہ ازیں اسکی زیارت سے ہر وقت متمتع ہو سکتے ہیں۔ اتوار کو سہ پہر کے تین بجے جلسہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی اطلاع کے لئے جو یہ دریافت کرتے ہیں کہ لنڈسے ہال یا مسجد ووکنگ میں کس شخص سے ملاقات کی جائے یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے بی ٹی امام مسجد ووکنگ ایڈیٹر اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا سے ملاقات کی جائے ✦

ہم عموماً باقاعدہ طور پر ان لوگوں کے اسمائے گرامی کی عام اشاعت نہیں کیا کرتے جو حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں مگر بعض حالات میں انکی اشاعت ہمارے لیئے خاص طور پر موجب فرحت بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس پرچہ میں ہم کسی دوسری جگہ ایک لیڈی کا اپنا اعلان درج کرتے ہیں۔ اس خاتون کے الفاظ نہایت دلچسپ اور معنی خیز ہیں۔ اور انسے اصول اسلام کی وسعت کا پتہ لگتا ہے جنکی رو سے تمام انبیا علیہم السلام کو جو نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ نہ صرف نرا انہی کا ماننا ضروری تھا بلکہ اُن پر ایمان لانا اور اُن کے راستباز اور صادق ہونے کیلئے تسلیم کرنا بھی ضروری ہے ؎

علاوہ ازیں ہم نہایت مسرت کے ساتھ اس قابل قدر بزرگوار کا تذکرہ بھی اس جگہ کر دینا چاہتے ہیں۔ جو اس غرض سے کہ اسلام قبول کرنے سے پیشتر اُن نومسلمین کی حالت کو بچشم خود ملاحظہ کرلیں جو پیشتر ازیں مسلمان ہو چکے ہیں۔ بہت لمبا سفر کرکے ہمارے پاس آئے۔ اس بزرگ کو پہلے بھی ہم جانتے تھے کیونکہ اسکی خط وکتابت ہمارے ساتھ رہتی تھی۔ لیکن ہم اس دن کے نہایت شوق کے ساتھ منتظر تھے جب ہمیں اسکی زیارت سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع میسر آیا۔ ہم نہایت خوشی کے ساتھ اُن سے مسجد میں ملاقی ہوئے۔ اور اُن کیساتھ بات چیت کرنے سے بہت ہی مسرت حاصل ہوئی۔ اس بزرگوار کی جو ایک نہایت مسرت اندوز اعلیٰ شخصیت، کا انسان ہے سنجیدہ مزاجی اور متانت نے ہم پر بہت ہی اثر کیا۔ مغرب کے وقت ہمارے اس پرجوش بھائی نے مسجد میں اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ اور وہ نہایت سرگرمی اور شوق کیساتھ نماز مغرب میں شریک ہوئے۔ امام مسجد نے اُن کا اسلامی نام "بشیر" رکھا۔ ہمیں امید ہے۔ کہ اس قادر وتوانا اور رحیم وکریم باریتعالیٰ پر اُن کا پکا اور سچا ایمان بالضرور پھل لائیگا اور اسلام کی جو کہ انسانی جذبات کا پورا لحاظ رکھنے والا اور جو بالآخر دین فطرت ہے۔ ترقی واشاعت کے لئے آپکی پُرجوش جدوجہد بالضرور کامیاب رہیگی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے مستحق ثواب ہونگے ؎

ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اے تمام مرسلین برحق میں گل سرسبد اور آسمانی صداقتوں کے معلم۔ اے اس پرنور چہرۂ خداوندی کے مظہر تمام دنیا جہان کی محبت تیرے ساتھ ہو ؎

اے اخوت مساوات اور توحید الٰہی کے پیغامبر تو ملک عرب کا ایک بیش قیمت خزانہ ہے دعا ہے کہ ہم بھی تیری مانند اوج کمال تک پہنچ جائیں ؎

تیرا دل بہت ہی پاکیزہ اور تیری شکل ایسی لطیف ہے۔ کہ اُس کا کوئی سایہ بھی زمین پر پڑ نہیں

سکتا۔ بڑوں کو تو بڑا ہی نظر آتا ہے۔ اور چھوٹوں کے بھی تو ہمیشہ قریب تر رہتا ہے +
ہاں تو نے کس قدر بلندی نگاہ کیساتھ عیسائیوں اور یہودیوں سے تحمل و برداشت کا سلوک
فرمایا اور نہایت بلند آہنگی سے یہ کہا کہ جب ان سب میں ایک جیسی روح ہے۔ تو خدائے تعالیٰ
کی رحمت و برکات کو کیوں محدود اور کسی ایک قوم کیساتھ ہی خاص کیا جائے + (مشتری)

ایک لیڈی کا قبولِ اسلام !!

اُس کے اپنے الفاظ میں

ڈیر مسٹر صدرالدین۔ مَیں اپنے قبول اسلام کا اعلان ارسال خدمت کرتی ہوں۔ امید کہ
آپ مجھے مذہب اسلام میں داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائینگے +

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مَیں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے اور کوئی دوسرا معبود یا قابلِ پرستش یا لایق
خدمت چیز نہیں۔ مَیں شہادت دیتی ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر
اور رسول تھے۔ مَیں یسوع مسیح کی الوہیت پر ایمان نہیں رکھتی۔ ہاں مَیں انہیں اللہ تعالیٰ
کے دیگر پیغمبروں حضرت ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ سلیمانؑ اور داؤدؑ اور دیگر مرسلین برحق کی طرح ایک
رسول مانتی ہوں۔ مَیں تمام انبیائے عالم کے ساتھ مکالمہ الٰہیہ کے ہونے پر ایمان للتی ہوں
اور ان سب میں بحیثیت رسالت کوئی فرق نہیں جانتی۔ مَیں قرآن کریم کو مذہب کی تکمیل
کرنے والی آخری کتاب مانتی ہوں اور اس کے احکام پر عملدرآمد کرنے اور ایک
اسلامی زندگی بسر کرنے کا وعدہ کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اسکی توفیق عطا فرمائے آمین

ایمان کی محک

ایک رحمٰن ورحیم خدا پر ایمان اس زمانہ مین سخت سے سخت آزمایشوں کے ماتحت ہے جن سے بڑھکر سخت آزمایشوں مین پہلے کسی زمانہ مین جس کا ہمین علم ہے وہ نہین آیا لیکن ہم خوب جانتے ہیں کہ اپنی زندگی کے تمام ابتلاؤں اور مراحل کو بغیر بڑبڑانے اور چون وچرا کئیکے برداشت کرنا ہمارا فرض منصبی ہے اور یہ بھی ہم جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اور اس لئے لازماً جس حالت کو وہ ہم پر وارد کرتا ہے۔ وہ بالضرور ہماری بھلائی کا ذریعہ ہوگی۔ کیونکہ وہ قادر وتوانا اور علیم وخبیر ہستی کوئی غلط کام نہین کرسکتی۔ گردش زمانہ کی بھاری مصایب ہیں ہم مبتلا ہیں اور خطرناک امتحان کے لئے ہم وجوہات تلاش کرتے ہین۔ عیسائی ممالک ابتداً ایک قتل عام کی کی آماجگاہ بنے اور اس کے بعد اسلامی ممالک بھی اسی میں مبتلا ہوگئے۔ مگر باوجود اس کے عیسائیت یا اسلام کو خوفناک نقصانات۔ ہولناک مظالم اور بظاہر قیمتی نفوس انسانی کے مجنونانہ اتلافون کا ذمہ وار قرار دینا کس قدر نامناسب امر ہے۔ پس اس قتل وخونریزی کا باعث کیا ہے کیونکہ آخران کا کوئی نہ کوئی سبب تو ضرور ہونا چاہئیے کیا دنیا کی دماغی اور ذہنی ترقیات نے خدا تعالیٰ پر انسان کے سادہ ایمان کو برباد کردیا ہے؟ کیا طاقت وحکومت کی پرستش نے روحانیت کو گرادیا ہے۔ آفات اور بلاؤں کے نزول کے وقت اللہ تعالیٰ کے آگے سرجھکانے کا موقعہ ملتا ہے اور انسان ان مصایب کے برداشت کرنے کے لئے جن کو ادا کرنا ہمارے اقتدار میں نہین اور جو ہم پر ہماری اپنی کسی ظاہرا یا خاص شرارت کے بغیر وارد ہوتی ہین۔ صابر ومتحمل مزاج بن جاتا ہے +

ایسے خطرناک حالات مین جن کے لئے کسی خاص مذہب کو ذمہ وار نہیں گردانا جاسکتا۔ مشرق اور مغرب کے دو مذاہب جن میں ایک حد تک اشتراک ہے یعنی اسلام اور عیسائیت کے درمیان اختلافی مسایل بھی ہیچ معلوم ہونے لگے ہیں ہمیں بنی نوع انسان کے اس سخت ہولناک ہنگامہ مین چھوٹے چھوٹے مسایل پر لڑنا جھگڑنا اس وقت تک مناسب معلوم

نہیں ہوتا جبتک کہ ہم صداقت اور انصاف کیلئے ایک بہت بڑی لڑائی میں متحد اور متفق ہوکر کام کر رہے ہیں اور انصاف کی حمایت مین عملی اتحاد کے اظہار کے سامنے مختلف کلیساؤن کے چھوٹے چھوٹے اختلافات جو رسوم اور عقاید میں ہیں کالعدم ہو جاتے ہیں +

اس وقت ان عیسائی اور مسلمان جانبازون کا جو ایسی خوفناک خونریز جنگ مین ایک ہی طرف ہوکر لڑ رہے ہیں۔ کیا ہی عظیم الشان اور شاندار نظارہ ہمارے پیش نظر ہے۔ یہ متفقہ نبرد آزمائی ہمارے مشرقی و مغربی برادران میں محبت و الفت کے جذبہ کو مضبوطی کے ساتھ ملا دینے میں بڑے بڑے علماء و فضلاء کے براہین نیرہ سے بہت زیادہ کار آمد ثابت ہوگی۔ کیونکہ ہم ایک راستی کے لئے آپس میں متحد و متفق ہو چکے ہین۔ اور اب جنگوں میں ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے ہمدرد اور شریک رنج و راحت بن گئے ہیں۔ مجھے خیال نہین کہ اس سے پیشتر کبھی مجھے ایسی خوشی نصیب ہوئی ہو جیسی اس خبر کے سننے سے ہوئی۔ کہ ہندو اور مسلمانون نے خود اپنی خوشی سے اس جنگ میں جو راستی کے لئے کی جا رہی ہے۔ عیسائیوں کے ساتھ شریک ہونا پسند کیا کیونکہ اس خبر نے یہ بتا دیا۔ کہ صداقت یا باطل کے بنیادی اصولون کے معاملے میں ہم ایک دوسرے کیلئے کیسے متحد ہین۔ اور مجھے یہ فخر ہے۔ کہ ذیل کے چند اشعار مشرق اور مغرب کے تعلقات پر مین نے اس سے بہت عرصہ پیشتر لکھے تھے۔ اور ایسے وقت میں لکھے تھے جبکہ ابھی کسی عام یورپین جنگ کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اور وہ یہ ہین +

یہ کہا گیا تھا کہ ہم کبھی مل نہیں سکتے۔ یا افضال الٰہی کو جذب کرنے کے لئے نمازوں میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ بارہا ہمیں بتایا گیا تھا۔ کہ ہم تیری رحیم و کریم درگاہ مین اکٹھے ہوکر نہیں پہنچ سکتے۔ نیز ہمارا ایک ہی جگہ پر جمع ہو کر تیری حمد و ثنا کرنا ایک ناممکن امر ہے۔ مگر اے آسمانی باپ! تو نے ہم کو جو تیرے محبت کرنیوالے وفادار فرزند ہین دکھا دیا ہے کہ کس طرح پر اخوت کے تعلقات سرعت کے ساتھ مستحکم ہوگئے ہیں۔ باوجودیکہ زمانہ ویسے ہی قایم ہے +

اے ہمارے پیارے خدا! تمام ازمنہ گذشتہ اور آیندہ میں صرف ایک تیرا ہی نام اتحاد و واتفاق کی رسی میں باندھنے کا موجب ہو سکتا ہے اور اسی وقت ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ تیری مرضی اب پوری ہوئی +

اَے ہمارے بزرگ وبرتر اللہ الکریم! اَے ہمارے آقا! اَے ہمارے شہنشاہ! تو جو کہ جانتا ہے۔ کہ ہمارے لئے کیا کچھ بہتر اور بھلا ہے۔ یا ہمارے لئے کس چیز میں بھلائی ہے۔ ہم تیری حمد وثنا کرتے اور نہایت بلند آہنگی کے ساتھ مشرق اور مغرب کے اتحاد کے گیت گاتے ہین ؂

شاید یہ بیجا نہ ہوگا۔ اگر مَیں اپنی ان چند سطور کے پیش کرنے پر عذر خواہی کروں۔ کیونکہ اس وقت جبکہ مَیں نے اُن کو لکھا مجھے خیال نہ تھا۔ کہ یہ اس قدر جلدی اپنا عملی رنگ دکھا دیں گی۔ اب مشرقی اور مغربی مذاہب کے درمیان تنگ خیالی اور بغض و تعصب بہت کم ہمارے سننے میں آئیگا۔ اور ہمیں امید رکھنی چاہئے۔ کہ آیندہ تحمّل و برداشت کا ایک وسیع جذبہ اس پر غالب رہیگا۔ اور اگر ہماری اس خوفناک نبرد آزمائی کے نتیجہ میں حق و باطل کے درمیان کوئی حد فاصل زیادہ صفائی سے قایم کی جاسکے۔ تو ہم سمجھیں گے۔ کہ ہم نے بیفایدہ جنگ نہین کیا۔ جب یہ سب کچھ ہوچکے گا۔ تو دنیا کی مختلف اقوام اس بات کو بھی محسوس کرلینگی۔ کہ اعلیٰ تہذیب و شائستگی اور دماغی ترقی کا عدل و انصاف اور روحانیت کے ہمرکاب ہونا کچھ ضروری نہین۔ اور کہ اول الذکر باتین بالکل نکمی اور ناکارہ محض ہین۔ جب تک کہ ان کے ساتھ خدائے تعالیٰ پر سادہ ایمان اور اسکی رضا کی اطاعت نہ ہو۔ اسلامی دنیا مین ہمین یہ وہم بھی نہین۔ کہ کبھی محض دماغی اور علمی باتیں قلوب کے اندر سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت کے خیال کو نکال کر خود وہ جگہ حاصل کرسکیں۔ اور مجھے یقین کامل ہے۔ کہ اسلام کی ترقی و غلبہ اسی صراط مستقیم کے ذریعہ سے ہوگا جو ان مشکلات میں اسلام کے خادموں نے اختیار کیا ہے۔ دنیا کی نگاہ میں عزت کا مقام حاصل کرنا حقارت سے دیکھنے کی چیز نہین اور مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم پر مضبوطی سے عمل کرکے اس عزت کو جو پہلے سے اُن کے لئے تھی اور بھی بڑھا دیا ہے ؂

حضرت محمد مصطفےٰ صلعم بحیثیت فاتح ۔۲

حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی زندگی سے اُن لوگوں کیلئے سبق جو فتح و ظفر کے مالک ہوں

آخر مکّہ کے فتح ہونے پر وہ وقت آگیا کہ خدا کا رسولؐ اُس کام کو پورا کرے جو آپکے مذہب اور رسالت کا خاص مقصد تھا یعنی اُس مقدس مکان کو بتوں اور ہر ایک قسم کے شرک سے پاک کرے جو حضرت ابراہیم جیسے بزرگ نبی کے مذہب کی جو سرتاپا توحید تھا یادگار تھا۔ اُس بزرگ کی روح (جو قومون کا باپ تھا) اُس وقت خوشی سے کیسی وجد کرتی ہوگی جب کہ اُسکی نسل میں سے ہی محمد رسول اللہ صلعم نے پیدا ہوکر اُس مقدس گھر سے جو بتوں سے بھرا ہوا تھا۔ تمام معبودان باطلہ کو نکال باہر کرکے اُسکی عزت کو اور خدائی توحید کو دوبارہ قایم کیا۔ تین سو ساٹھ بُت خدائی کے تخت سے نیچے اتار پھینکے گئے جنکی تعداد تین سو ساٹھ اس لئے تھی۔ کہ عربون کے سال کے بھی اتنے ہی دن ہوا کرتے تھے۔ اور ہر دن کے لئے جدا جدا بت تھے۔ جو اپنے اپنے دن کے حکمران اور معبود سمجھے جاتے تھے۔ اُن میں سب سے بڑا بت ہبل تھا جو بارش کا دیوتا مانا جاتا تھا۔ ظاہر ہے۔ کہ جھلسے ہوئے بے آب بیابان کے رہنے والوں میں بارش کے دیوتا کی جتنی بھی عزت اور پوجا ہو تھوڑی ہے ؞

ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی مورتیں

ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ جیسے توحید کے معلم اور حامی بھی اُن بت پرستوں کے ہاتھ سے نہ بچ سکے تھے جنھوں نے اُس ساری جگہ کو شیطانی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ ان بزرگون کی مورتیں بناکر اُن کے ہاتھوں میں قسمت کے تیر بھی پکڑائے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلعم کو جن کو ابراہیمؑ کے خون سے ہونے کا فخر تھا۔ ان بزرگوں کی اس طرح توہین دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ کے تو کبھی خواب میں بھی نہ گذرا ہوگا۔ کہ اُن کے موحدانہ مسلک کے بالکل خلاف اُن کو اس شکل مین دکھایا جائیگا۔ لیکن اس بزرگ باپ کو اپنے لایق بیٹے پر کیسا فخر ہوگا جس نے اُس کے مقدس نام پر سے اس دھبے کو مٹایا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ" ان بزرگون کی

تماثیل بنا کر اُنکی سخت توہین کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ بت پرستی کے سخت مخالف تھے" آپ کی اس ناراضگی کی اُسی وقت تعمیل ہوئی۔ اور اُن کے بتوں کو معدوم کر دیا گیا۔ آنحضرت صلعم سب سے بڑھ کر باعمل تھے۔ اور آپنے استقامت کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ اور یہ بالکل سچ ہے کہ جو کچھ آپ کا مشن تھا۔ اُسکو اپنے عمل سے خود پوری پوری طرح کر کے دکھایا۔ اگر آپ نے یہ اعلان کیا تھا کہ آپ گذشتہ تمام انبیا کے مصدق ہیں۔ تو آپنے عملی طور پر بھی انکی تعلیم کو زندہ کیا۔ اور انکی عزت کو دوبارہ قایم کیا چنانچہ آپنے یہود کے مقابلہ میں مسیح کے دعویٰ کی تصدیق کی اور مختلف الزامات سے جو اُن پر تھے تطہیر کی۔ اور بُت پرستوں کے ناپاک ہاتھوں سے ابراہیم علیہ السلام کے مقدس نام پر جو دھبہ لگا تھا۔ اُس سے نجات دلوائی *

فرشتے

وہاں فرشتوں کی تصویریں بھی حسین عورتوں کی شکل موجود تھیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا "فرشتے ایسے نہیں ہوتے۔ وہ تو خدائے عزوجل کے انتظامی احکام کی فرمانبرداری کرنے والی ارواح لطیفہ ہیں۔ اور اس سے پاک ہیں۔ کہ مذکر ہوں یا مؤنث" یہ تصویریں بھی فوراً مٹا دی گئیں *

ایک فاختہ کی عجیب و غریب تراشی ہوئی مورت

ایک فاختہ کی بھی تصویر تھی۔ جو عجیب و غریب طریق پر تراشی گئی تھی۔ اور جسے اس لئے توڑ دیا گیا۔ کہ وہ خدا کی اُس روح کی فرضی اور جھوٹی تصویر تھی جس کو سمجھا جاتا تھا۔ کہ نبیوں پر وحی لے کر نازل ہوا کرتی ہے *

اس کے بعد خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب فرمایا۔ اور اپنے عقاید کو کھول کر سنایا۔ اور اعلان فرمایا۔ کہ اسلام کی موجودہ فتح سے خدائے قادر مطلق کے فضل سے وہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ جس کا وعدہ پہلے سے دیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں مومنین کی جماعت سے اللہ اکبر۔ اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا شور بلند ہوا *

مذہبی عبادات کے ختم ہونے کے بعد فاتح نبی نے الصفا پر قیام فرمایا اور مکہ کے لوگ مرد اور

عورت آپ کے سامنے سے گذرتے تھے۔ اور وفاداری کا عہد اور بُت پرستی سے توبہ کرتے جاتے تھے۔ آپ کے طرزِ عمل میں ہر ایک آدمی کو صاف نظر آئیگا۔ کہ آپ کو خدائی توحید کا جہاں اس قدر خیال تھا۔ اور اُس کے لیئے اتنی غیرت تھی۔ وہاں باوجود اس تمام فتح و ظفر اور لوگوں کی اظہار اطاعت کے اپنے متعلق آپ ہر ایک قسم کی تعظیم کو منع فرماتے اور حکومت پسندی سے قطعاً دُور رہتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب ایک آدمی آپکے سامنے ڈرتا ڈرتا اور کانپتا کانپتا آیا۔ تو آپنے نہایت نرمی سے فرمایا۔ کہ" تو کیوں کانپتا ہے۔ اور تجھے کس چیز کا ڈر ہے مَیں بادشاہ نہیں ہوں۔ بلکہ قریش میں سے ایک عورت کا بیٹا ہوں جو دھوپ کا سوکھا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی"۔ ہر طرف آپ کی نرمی اور عفو کا ظہور ہو رہا تھا۔ قریش کے متکبر سردار اور رؤسا ندامت سے اٹے ہوئے چہروں کے ساتھ گردن جھکائے ہوئے اُس شخص کے سامنے کھڑے تھے جس کو انہوں نے نہایت بے رحمی سے طرح طرح سے دکھ دیا تھا۔ اور جس پر اُنہوں نے محض اس بنا پر سخت سے سخت ظلم کیئے تھے۔ کہ وہ ایک خدا کی پرستش کا وعظ کرتا تھا۔ اور توحید کا مبلغ تھا۔ حالانکہ وہ اُسے خوب جانتے تھے کہ وہ الامین یعنی پرلے درجہ کا امانت دار اور صادق اور راستباز ہے۔ الغرض اس موقع پر آپؐ نے ان لوگوں سے پوچھا۔ کہ تم مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا "رحم کی کیونکہ تو کریم ابن کریم ہے"۔ ارحم الرحمین خدا کے مقتدر مگر رؤف رحیم رسول نے فرمایا "لاتثریب علیکم الیوم۔ جاؤ معاف آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں"۔ آپنے اپنے تئیں خدا کے اس کلام کا جو قرآن میں آپ کی شان میں آیا ہے۔ پورا مصداق ثابت کیا۔ اور وہ یہ ہے کہ ما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین۔ یعنی ہمنے تجھے تمام دُنیا جہان کے لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ فوراً ایک منادی کرنیوالے کو تمام شہر مین دوڑا دیا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا۔ کہ لوگوں کی جان و مال کو امان ہے اور اُنکے حقوق کی کامل حفاظت ہوگی۔ اور اُنکی عزت پر کوئی آنچ نہ آنے پائیگی۔ اب غور کرو کہ ان لوگوں کی خطائیں اور جُرم حد سے گذر کر سنگین تھے لیکن محمد مصطفےٰ صلعم کے فیاض و کریم اور ماں باپ کی طرح شفیق قلب کے آگے ان تمام خطاؤں اور جرموں کو معاف کر دینا کچھ بڑی بات تھی۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ کیونکہ آپ تو حقیقی امن اور صلح کو دنیا مین لائے تھے۔ الغرض آپکی قوت نے جہان عربوں کی تمام جسمانی و ظاہری

قوتوں پر غلبہ پایا۔ وہاں آپ کے قلب آپکی فیاضی اور آپکی عالی حوصلگی نے لوگوں کی روحوں اور قلوب کو فتح کرلیا کیسی کامل و اکمل فتح آپ کو نصیب ہوئی! کیونکہ ایک دنیوی بادشاہ کو یہ کبھی میسّر نہیں آسکتا۔ کہ اپنی رعایا کے دلوں پر بھی کامل فتح حاصل کرے +

معقولیّت

(از جمیلہ ماڈ ایٹرج)

زمانہ حال میں جبکہ ہر ایک شخص کے قوائے دماغی بہتر سے بہتر طریق پر تربیت یافتہ ہو چکے ہیں اور مغربی مادی تہذیب کے اثر سے عقل میں تیزی اور جولانی پیدا ہو گئی ہے تو کیا یہ ضروری نہیں۔ کہ ہم اپنی تمام ضروریات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھیں۔ روزمرہ کے کاروبار میں ہمارا یہ حال ہے۔ کہ جس کام میں پڑتے ہیں اُس سے نفع اٹھانے کے لئے اُس پر اپنی تمام قوتوں کو لگا دیتے ہیں۔ اور اگرچہ ہمیں اپنے تجربوں میں بعض دفعہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ تو بھی ہم بیدل ہو کر اُس کام کو چھوڑ نہیں دیتے بلکہ اپنی غلطیوں سے نیا علم حاصل کرتے ہیں۔ اگر ایک شخص ہمیں بتلاتا ہے کہ فلاں بات اسی طرح ہے۔ تو ہم فوراً ہی اُس کو قبول نہیں کرلیتے۔ بلکہ اپنے دل میں اس پر غور و فکر کر کے یا تو اُس سے اتفاق کرتے ہیں یا اختلاف کرتے ہیں اگر ہم ایک لیکچر کو سنتے ہیں۔ تو فوراً سوالات اور نکتہ چینیوں کے پل باندھ دیتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ جب ہم اپنی روحانی ترقیات پر غور کریں۔ تو اپنے مذہب پر بھی اس رنگ میں نظر نہ ڈالیں۔ جب ہم ایک معمولی کتاب پڑھتے ہیں۔ تو ہم نہایت احتیاط سے اُن حصوں کو جو ہمیں پسند آتے ہیں۔ نوٹ کرلیتے ہیں۔ اور اپنی روزمرہ کی گفتگو میں کسی مسئلہ کو خوب صاف کرنے کیلئے اُن سے فایدہ اُٹھاتے ہیں۔ تو پھر ہمیں محض تقلیدی طور پر ہر ایک چیز کو مانتے چلے جانا نہیں چاہئے۔ بلکہ ہر ایک چیز کو بجائے خود تحقیق کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نہایت فضل و کرم سے وہ نعمت عطا کی ہے جس کو ہم عقل اور فہم سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو پھر ان نعمتوں کو زمین میں دفن نہ کرو اور نہ بھلا دو۔ اور اندھوں کی طرح دوسروں کی رائے کی تقلید نہ کرتے چلے جاؤ۔ بلکہ خود سوچو اور غور کرو۔ مثال کیلئے اسی زمین کو لو جس پر ہم رہتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے یہ خیال عام طور پر تھا۔ کہ زمین چپٹی ہے۔ اگر اسی خیال کی کورانہ تقلید کئے جاتے اور کوئی شخص بھی تحقیقات کے

کے لئے نہ اٹھتا تو ہم اسی ستارہ کی نسبت جس پر ہم خود رہتے ہیں (یعنی زمین) کچھ بھی صحیح علم نہ رکھتے اگر ہمارا علم یہیں تک محدود رہتا۔ کہ سورج اور چاند اور ستارے صرف آسمان میں ہمیں روشنی دینے کے لئے بطور چراغوں کے ہیں اور بس۔ تو ہم اپنے خالق کی ان نعمتوں کی پوری طرح قدروانی کرنے کے کسی طرح بھی قابل نہ ہوتے۔ انسان باوجود اس کے کہ اسکی بناوٹ اقسام کی ترکیبوں اور امتزاج کا مجموعہ ہے خود اپنے جسم کے متعلق بھی تحقیقات کرنے سے باز نہیں آیا۔ بلکہ اپنے نفس کا علم خوب طرح حاصل کیا۔ ہماری روزمرہ کی زندگی ہی ان باتوں سے مملو ہے۔ کہ ہم کسی نہ کسی رنگ میں علم حاصل کرتے رہتے ہیں۔ جہاں جاتے ہیں۔ کچھ سیکھتے ہی ہیں۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ جو کچھ ہماری خدمت کیلئے خدا نے پیدا کیا ہے۔ اس سے رنگا رنگ کے فایدے اُٹھاتے ہیں *

یہ بالکل سچ ہے۔ کہ ہر روز ہم پر اس امر کی صداقت زیادہ ہی زیادہ کھلتی چلی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ "رحمٰن" ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ اُس نے ہماری کل حاجتیں پوری کرنے کیلئے بغیر ہماری محنت کے پہلے سے ہی ہر قسم کا سامان مہیا کر دیا ہے! اور نیز یہ بھی پتہ لگتا ہے۔ کہ وہ "رحیم" ہے یعنی اُس نے ایسے قویٰ بخشے ہیں جن میں ہم اُسکی مخلوقات کی تحقیقات کر کے پورا پورا علم حاصل کریں اور اُسکی نعمتوں کو اپنے استعمال میں لا کر اُن سے نفع اُٹھائیں۔ اگر ہم جان بوجھ کر اُن قویٰ کا استعمال نہ کریں۔ یا اپنی سہل انگاری سے اُن سے پورا پورا فایدہ نہ اُٹھائیں۔ تو اس غلطی کی سزا جو ہمیں ملیگی وہ ہماری خودکردہ ہوگی۔ اور از ماست کہ بر ماست کا مصداق ہوگی دوسرے مذاہب میں خدا کی یہ تصویر پیش کی جاتی ہے۔ کہ وہ ایک ایسی ہستی ہے۔ جو کبھی تو پیار کرنے لگتی ہے۔ اور کبھی نفرت کرنے لگتی ہے۔ کبھی انسانوں پر اپنی بخششیں نازل کرنے لگتی ہے اور کبھی خطرناک مصیبتیں ڈالنے لگتی ہے۔ پھر یہ بھی خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ ایسا خدا ہے جس نے انسان کو انصاف کے ساتھ اور بلا رعایت نہیں پیدا کیا۔ بلکہ ایک قوم کو برگزیدہ کر کے باقی تمام دُنیا کو اُس کا غلام بنا دیا اسی طرح کے توہمات ہمارے ملکوں میں بھی بھرے پڑے ہیں! ابر ہے تو اُس سے شگون لیا جا رہا ہے درخت پرند سورج چاند ستارے سب سے خدا کی خوشی اور ناخوشی کی فالیں لی جاتی ہیں۔ حالانکہ دراصل یہ وہ چیزیں ہیں جو خدا کی قدرت کا صحیح علم حاصل کرنے کیلئے بطور ذرایع کے استعمال کی جاتی

چاہیے تھیں۔ اسی لئے محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت کی دُنیا کو سخت ضرورت تھی۔ آپ سے پہلے جو بھی انبیا مبعوث ہوئے۔ سب نے اسی سچے خدا کی تبلیغ کی جس نے انسان کو پیدا کیا اور ربوبیت فرمائی لیکن بعد میں قومی خیالات اور معتقدات بیچ میں مل جانے کی وجہ سے حالات گرد و پیش کے مطابق ہر ایک قوم اور ہر ایک فرقہ نے اپنی مرضی کے مطابق خدا کا تخیل قایم کر لیا۔ بڑے بڑے حکماء کے حالات زندگی میں ہم قومی میلان طبع کی جھلک صاف طور پر دیکھتے ہیں جس کو وہ خود محسوس نہیں کرسکتے تھے چنانچہ حضرت عیسیٰ بوجہ یہودی ہونے کے دوسری قوموں کو کُتوں کی مانند ہی سمجھا کرتے تھے جیساکہ ایک غیر یہودی شامی عورت کے ساتھ اُن کے طرز عمل سے ظاہر ہے جو اُن کے قدموں پر گر کر اپنی بیٹی کو چنگا کرنے کے لئے منت کرتی رہی۔ پھر جب اپنے شاگردوں کو تبلیغ کے لئے بھیجا۔ تو صرف "اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں" کی طرف بھیجا اور اگر عہدنامۂ جدید یعنی انجیل کے الفاظ پر ہی انحصار رکھیں۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو عالمگیر تبلیغ کا کبھی خیال بھی نہیں گذرا مرقس کی انجیل کے آخری حصہ مین جو یہ حکم مرقوم ہے۔ کہ تم تمام دنیا میں جاؤ۔ اور ساری مخلوق کو انجیل سناؤ۔ اس حکم کو تمام عیسائی پادریوں نے پوشیدہ طور پر وضعی اور مردود قرار دیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ یہ آیت بعد میں کسی نے گھڑ کر افترا کے طور پر لکھ دی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "سولھوین باب کی آیت ۹ سے لیکر ۲۰ تک اصل انجیل کی عبارت نہیں۔ بلکہ یہ بعد میں بڑھائی گئی ہے۔ اگرچہ یہ ایزاد بعد میں جلدی ہی کیا گیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اصل عبارت گم ہوگئی ہوگی جسکی جگہ یہ وضعی عبارت لکھ دی گئی ہے"۔ خدائی معرفت نامہ تو اس وقت ہرگز نہ تھی۔ پس یہ الفاظ ضرور حضرت مسیح کی طرف اُس وقت افترا کرکے منسوب کئے گئے ہیں جب عیسائی لوگ (جو کہ اُس وقت یہودیت کا صرف ایک فرقہ تھا) دوسرے ملکوں میں نکل گئے ہیں۔ اسکی وجہ ہر ایک آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ روم و یونان کی تعلیم و تہذیب کے ساتھ جب عیسائیوں کو سابقہ پڑا۔ تو اُن کو اپنے نقص ادراکی کا پتہ لگا۔ اور زیادہ وسیع القلب ہوجانے کی وجہ سے انکو سمجھ آگیا کہ یہود تو تمام بنی نوع انسان کا ایک حصہ ہیں اور بس۔ پولوس نے بوجہ ایک فلسفی ہونے کے مسیح کی (جسے اُس نے کبھی دیکھا بھی نہ تھا) خالص اخلاقی تعلیم کو بدل کر علوم نظری کا ایک گورکھ دھندا بنادیا۔ اور مختلف مجالس میں اپنے تخیلات کا رنگ چڑھا کر عقاید کی شکل میں

بدل دیا۔ اور اتنا کچھ بڑھایا اور ملایا گیا۔ کہ خود مسیح کے اقوال اس بھول بھلیاں میں گم ہو گئے ابتدائی عیسائی لوگ ایک جگہ جمع ہو کر مختلف مسایل پر بحث کیا کرتے تھے۔ اور مختلف مجالس میں اس قسم کی خوب گرما گرم بحثیں ہوا کرتی تھیں۔ کہ "کیا عورت کی کوئی روح بھی ہے یا نہیں"۔ "کیا روح القدس صرف اکیلے باپ کی طرف سے آیا کرتی تھی یا بیٹے کی طرف سے بھی"۔ "کیا مسیح انسان تھا یا خدا"۔ یہاں تک کہ آخر کار تثلیث کے عقیدہ نے فتح پائی اور اس صاحب قدرت جماعت جو اختلاف کرتا اُسکو سزائیں دی جاتیں جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ضمیر اور خیالات کی آزادی کا ہمیشہ کے لئے گلا گھونٹ دیا گیا۔ کیا کسی کی مجال تھی۔ کہ وہ پادری کے سامنے کسی بات پر دلیل طلب کر سکتا جبکہ اس فعل پر کفر کا فتویٰ اور زندہ جلا ڈالنے کی سزا اُس کیلئے ہر وقت مہیا رکھی ہو۔

الغرض جہاں عیسویت کا قدم درمیان تھا۔ آگے ترقی ناممکن تھی۔ اور یہ خدا کی منشا کے خلاف تھا کیونکہ ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ کہ کوئی چیز ساکن نہیں۔ بلکہ ہر ایک چیز ترقی کی طرف چل رہی ہے جب فطرت ترقی کرتی ہے۔ نئے تقاضے اور احتیاج رونما ہوتی ہیں۔ اور نئے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اور تمام کوششوں کے باوجود بھی عقل اور معقول پسندی کی مقدس شمع برابر اسی طرح روشن ہے۔ تو پھر کیوں ہمیں اس نبی کا ممنون احسان نہ ہونا چاہئے جس نے فرمایا کہ میں نوع انسان کے لئے رحمت ہو کر آیا ہوں اور یہ بالکل سچ ہے۔ کہ وہ نوع انسان کے لئے رحمت تھا۔ اُس نے ہمیں سکھایا کہ الخلق عیال اللّٰہ یعنی ہم سب خدا کا کنبہ ہیں۔ اور یہ کہ خدا نہ تو انسان سے نفرت کرتا ہے۔ اور نہ وہ اگلے باپ دادوں کے اعمال کے بدلے میں ہمیں سزا دیتا ہے۔ اور یہ کہ ہم بطور ورثہ پدری گناہ سے ملوث پیدا نہیں ہوتے۔ اس نے بتلایا۔ کہ "میں آدمی سے بڑھکر اور کوئی چیز نہیں جب میں دین کے بارے میں تم کو حکم دوں تو اُس کو مانو۔ اور جب میں تم کو دنیوی امور کے متعلق کوئی حکم دوں تو پھر میں ایک انسان ہوں"۔ مسیح بھی یہی پیغام لایا تھا۔ لیکن اُن کے شاگردوں نے ٹھیک طرح سمجھا نہیں۔ نہ سمجھنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ بہت تھوڑا وقت اُن کے ساتھ رہا۔ اور بوجہ سادہ اور گنوار ہونے کے اُنکی دماغی قابلیتیں ایسی تھیں کہ مسیح کے کلام کے استعارہ کی حقیقت کو وہ پہنچتے نتیجہ یہ ہوا کہ لفظ پرستی میں پڑ گئے۔ سب سے بڑھ کر حضرت نبی کریم صلعم کا یہ احسان ہم بھلا نہیں سکتے کہ آپ نے عقل سے کام لینے اور فکر و تدبر کرنے پر بڑا زور دیا۔ اس معاملہ میں تو آپنے تشریف لاکر قعر جہالت میں گرتی ہوئی دُنیا کو نہ صرف سنبھالا بلکہ اُسے

معراج کمال کی طرف اُبھارا۔ جہالت کے دریا میں غرق شدہ دنیا کے لئے ضرور تھا۔ کہ خدا کا رسول ہی آکر صور پھونکے اور اس مردہ کو زندہ کرے۔ ہاں وہ صور عرب سے پھونکا گیا جس سے نسل انسانی خواب غفلت سے بیدار ہوئی۔ اور اُس میں نئے سرے سے جان پڑی۔ اُس وقت یورپ شدید توہمات و جہالت میں غرق تھا۔ سائنس کے پڑھنے پڑھانے سے سختی سے روکا جاتا تھا تحقیقات کرنے کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ محقق پر کفر و الحاد کا فتویٰ لگ جاتا تھا۔ اور تجربات عملی کرنیوالا ساحر یا ساحرہ قرار دیا جا کر زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ اور نسل انسانی نہایت ذلت کیساتھ پادریوں کے قدموں میں سربسجود تھی لیکن اسلام میں نقشہ ہی جُدا تھا۔ بڑے بڑے کالج کُھلے ہوئے تھے جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ فلسفہ سکھایا جاتا تھا۔ بڑی بڑی علمی اور طبعیات کے متعلق تحقیقاتیں ہوتی تھیں۔ اور اسلامی دُنیا تمام عالم کے لئے مخزن علوم و فنون بنی ہوئی تھی پس آؤ۔ ہم اپنی قوت ممیزہ اور فہم و ادراک کو کام میں لائیں۔ کورانہ تقلید کو خیرباد کہیں اور بعض جاہلوں کی طرح دوسرے مذاہب کی خواہ مخواہ تردید نہ کریں۔ یاد رکھو مذہب علم کا حقیقی سرچشمہ ہوتا ہے۔ پس جو مذہب تحصیل علم سے روکتا ہے۔ ضرور ہے کہ وہ مذہب اُس خدا کی منشا کے خلاف ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اسلام ہمیشہ ترقی کے پروں پر اُڑتا رہا ہے۔ اور یورپ کے ذمہ اس کا ایسا قرضہ ہے۔ جو کسی صورت میں بھی ادا نہیں ہوسکتا جب ہمارے پاس تاریخ ہماری رہنمائی کے لئے موجود ہے۔ تو پھر ہم واقعات سے آنکھیں بند کر کے اسلام پر جھوٹے الزام کیوں لگائیں جس نے یونان و روما کے فلسفہ کی اُس وقت حفاظت کی جبکہ مسیحی دُنیا اُن تحریروں کو جلتے ہوئے شعلوں کی نذر کر دیا کرتی تھی۔ ہم اپنے نبی کریم صلعم کے اقوال کو کبھی نہیں بھلا سکتے جن میں سے کچھ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں *

"حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے۔ جہاں کہیں سے مل جائے وہیں سے لے لو"

"علم سیکھو مہد سے لے کر لحد تک"

"ایسا علم جس سے کسی کو نفع نہ پہنچے۔ اُس خزانہ کی مانند ہے جس میں سے خدا کی راہ میں کوئی صدقہ و زکوٰۃ نہ دی جائے"

"عالم وہی ہے۔ جو علم کے مطابق عمل بھی کرتا ہے"

"رات کو ایک گھنٹہ علم سکھانا تمام رات عبادت کرنے سے بہتر ہے"

"طلب علم ہر مسلمان پر خدا کی طرف سے فرض ہے"

"عالم کی سیاہی شہید کے خون سے مقدس ہے"۔

"خالق کے کامون پر ایک گھنٹہ تدبر کرنا ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے"۔

ان احادیث سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ کیون نہ ایسے نبی کے متبعین (جس کے یہ فرمان ہوں) اپنی علمی تحقیقاتوں سے دُنیا کو منور کردیں۔ اور علم کی مشعل کو اُس وقت بلند رکھیں جبکہ تمام دیگر مذاہب کے پرستار اُس کو کیچڑ مین دفن کر رہے ہوں پس ضرور تھا۔ کہ مسلمان اپنے اردگرد کی تمام قوتوں کی تحقیقات کرنا اپنا مذہبی فرض گردانتے۔ اور تنگ دل اور متعصب نہ بنتے اور تخیلات کو واقعات نہ سمجھنے لگتے کاشکہ وہ مشہور و معروف آدمی جس نے کتاب "عقل کا زمانہ" (دی ایج آف ریزن) لکھی ہے۔ اگر اسلام کا مطالعہ کرلیتا۔ تو اس میں کچھ شک نہین کہ اُسکو سمجھ آجاتی۔ کہ اُسکے عقاید وہی ہین۔ جو اسلام کے ہیں اُس نے کہا ہے کہ "میں ایک خدا پر ایمان رکھتا ہوں اور بس۔ اور مجھے بعد الموت زندگی میں آیندہ کی خوشی کی توقع ہے"۔ اُس نے دینیات میں سے ہر چیز کو معقولیت کی نگاہ سے پرکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مغربی اصول کی اُس کو تردید کرنی پڑی۔ اُس کے قلب کی پرواز فضول کج بحثیوں اور بال کی کھال نکالنے والی لغوبات اور ریاکاریوں سے بہت بلند تھی۔ اور اُس کو خدا کی معرفت ان لوگوں سے بہت بڑھ چڑھ کر نصیب ہوئی جو اُسکو ناحق بدنام کرتے ہیں۔

اسلام ایک خدا پر ایمان سکھاتا ہے جو تمام بنی نوع انسان کا خالق۔ رب اور پالنے اور قایم رکھنے والا ہے۔ اور جو ایک ایسی ہستی ہے جسکی عطا و بخشش میں کسی کی رورعایت نہیں اور جو تمام قوموں کا یکساں باپ ہے اسلام اخلاقی ذمہ واری سکھلاتا ہے یعنی یہ کہ ہمارے اپنے ہی اعمال ہمارے لئے اجر یا سزا کا باعث ہونگے۔ ہم کو اپنا بوجھ دوسروں پر نہین ڈالنا چاہئے۔ کیونکہ اپنا اپنا حساب خود ہی دینا پڑیگا پس اس طرح ہم کو زندگی کی جدوجہد کے لئے خوب تیار کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے۔ کہ ہم اپنا مستقبل خود ہی خواہ سنوار لیں خواہ بگاڑ لیں۔ مغرب کے ممالک میں جو یہ خیال رایج ہے۔ کہ نیک کام کرنے پر خدا کوئی انعام دیگا۔ اور بدی اس لئے نہ کرو۔ کہ بدی کے کرنے پر خدا تم کو سخت سزا دیگا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ سزا کے خوف سے بدی نہ کرو۔ یہ خیال ٹھیک ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ کوئی کسی لڑکے کو تربیت کرنے کیلئے ایک طرف تو سیب دکھائے اور دوسری طرف ڈنڈا دکھائے۔ تو وہ سیب کے لالچ اور ڈنڈے کے ڈر سے اپنے تئیں درست کرے۔ کیا یہ ایک غلط خیال نہین ہے؟ کیا یہ خیال یہ بات سکھاتا ہے۔ کہ نیکی اس

لئے کرنی چاہیئے۔ کہ وہ عدل ہے! ور بدی اس لئے چھوڑنی چاہیئے۔ کہ وُہ ظلم ہے؟ کیا ایک انسان آگ اور گندھک کی جھیل کے خوف اور اُس میں ڈال دئے جانیکی دھمکیوں سے اعلیٰ اخلاق فاضلہ پر پہنچ سکتا ہے؟ کیا اس سے یہ بہتر نہیں ہے۔ کہ انسان کو ترغیب دی جائے۔ کہ وہ عقل سے کام لیکر صراط مستقیم کو پاوے۔ کیونکہ یہی وہ راہ ہے جس میں انجام کار اُسکی بہتری ہے اور کسی کو علم حاصل کرنے سے نہ روکا جائے۔ کیونکہ جو مذہب ایسا کرتا ہے وہ انسان کے خفیہ علم حاصل کر لینے پر ایک دن زوال پذیر ہو جاتا ہے پس جیسا کہ اسلام میں حکم ہے۔ انسان کو اپنی خدا داد عقل کو کام میں لانے سے نہ منع کرو۔ بلکہ اس راہ میں اُس کے لئے ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچاؤ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ ترقی کریگا۔ اور بتدریج کمال حاصل کریگا۔ اور اپنے ہمجنسوں کے لئے نفع رسان ثابت ہوگا۔ ہمارے نبی کریم صلعم فرماتے ہیں "خدا نے کوئی شئے عقل سے بڑھ کر بہتر اور کامل اور خوبصورت پیدا نہیں کی۔ اسی کی وجہ سے خدا کی بخششوں سے ہم فایدہ اُٹھاتے ہیں۔ اسی سے ہمیں سمجھ عطا ہوتی ہے! ور خدا کا غضب بھی اسی کی وجہ سے بھڑکتا ہے۔ جزا و سزا الٰہی اُسی کی وجہ سے ہیں"۔ الغرض اسلام میں عقل کو سب سے بلند مقام دیا گیا ہے۔ اور دُنیا کو بڑی حد تک اس اکرم رسولؐ کا جو عقل کا سب سے بڑا حامی تھا ممنون احسان رہنا پڑیگا جس نے اپنے متبعین کو ہر ایک پہلو سے ترقی کرنے کیلئے وصیت کی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ لوگ نوع انسان کے معلم بن گئے۔ اب آؤ ہم اپنے اپنے دینوں کی چھان بین کریں۔ اور اُن پر معقولیت سے نظر ڈالیں اگر وہ عقل کی کسوٹی پر دُرست اُترتے ہیں۔ تو وہ منجانب اللہ ہیں۔ اور اگر وہ دُرست ثابت نہ ہوں تو پھر اگر ہم اُن کو نہ چھوڑیں۔ تو ہم انسان ہی نہیں۔ مذہب ایسا ہونا چاہیئے۔ جو ہمیں اعمال صالحہ کی ترغیب دے۔ اور خدا کی معرفت کو ترقی دے۔ اور خدا نے جو نعمتیں ہمیں عطا کی ہیں اُن کا اور خود نفس انسانی کا صحیح علم عطا کرے۔ اگر ہم معقول پسندی اور صحیح منطق سے کام لیں گے۔ تو ہمارے تعصبات اور میلان طبع کی دیواریں درمیان سے اُٹھ جائیں گی۔ اور ہمارے اس ستارہ یعنی زمین میں صلح و امن اور ترقی کا چاروں طرف دور دورہ ہو جائیگا+

اسلام

یہودی اور عیسائی مذہب کے درمیان ایک اعتدال کی راہ

مذہب اسلام کا دو بڑے مذاہب یہودیت اور عیسائیت کے ساتھ برادرانہ تعلق ہے کیونکہ ان تینوں مذہبوں کی تاریخ میں اشتراک موجود۔ بانیوں میں اشتراک موجود۔ کسے شک ہے۔ کہ یہودیت اور عیسویت کا آپس میں شدید رشتہ ہے۔ ہر ایک عیسائی حضرت موسیٰؑ کو اور توریت کو مانتا ہے۔ یہودی اور عیسائی دونوں حضرت ابراہیمؑ کو مانتے ہیں۔ اور یہاں اسلام بھی اُن کے ساتھ آملتا ہے۔ ابراہیمؑ کو سب سے پہلا مسلم تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلعم اُسی قدیم اور سادہ موحدانہ ابراہیمی ملت کو زندہ و مکمل کرنے اور شریعت کی شکل میں بدلنے کیلئے تشریف لائے تھے۔ اسلام نے صرف اسی ایک مذہب کی ہی تکمیل نہیں کی۔ بلکہ جو بھی منجانب اللہ مذہب تھا۔ اُسکی تکمیل کی۔ اسلام ایک مشترکہ رسی ہے جس نے تمام مذاہب کو جکڑ کر ایک کر دیا۔ یہ یہودیت اور عیسویت کے درمیان ایک نہایت ہی عمدہ اعتدال کی راہ ہے۔ مسیح کیوں آیا تھا؟ یہودیت کو ظاہری رسومات اور پابندیوں کی قید سے نجات دلانے کیلئے۔ اور ظاہر پرستی سے باطن اور روحانیت کی طرف لیجانے کیلئے۔ کسی حد تک مسیح کو یہودیت سے وہی نسبت ہے جو گوتم بُدھ کو برہمنوں کے مذہب سے ہے۔ دونوں نے ذات پات اور رسم و رسومات کی زنجیروں کو کاٹ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ گو بُدھ کے کام میں زیادہ مشکلات تھیں۔ اور اُس نے کارِ نمایاں بھی بڑھکر دکھایا لیکن ان مذاہب کی موجودہ حالت کو دیکھکر کہنا پڑتا ہے۔ کہ بُدھ اور مسیح دونوں زورِ سعی میں حد سے زیادہ گذر گئے۔ اور انہوں نے مقصودِ حقیقی کے پانے کی خاطر صراط مستقیم پر لوگوں کو چلانے کیلئے ایک زندہ ایمان اور قوتِ عملی پیدا کرنے کی بجائے مذہب کو محض ایک قسم کا ناقابلِ عمل فلسفہ بنا دیا۔ جو محض خوابِ خیال کی طرح اور ناقابلِ فہم تھا۔

بُدھ نے اپنے شاہی تخت پر لات ماری اور تمام معاشرتی تعلقات کو قطع کر دیا۔ شاہی چھوڑ کر جوگ قبول کیا۔ صرف اس لیے کہ باوجود عقلِ کل ہونے کے مدعی ہونے کے اسکو یہ ناممکن معلوم ہوا۔ کہ دنیوی تعلقات کے ساتھ اپنی روحانی اُمنگوں کو بھی نبھا سکے۔ مسیح کی نسبت بھی کہا جاتا ہے۔ کہ آپ نے تمام دنیوی اور

معاشرتی تعلقات کو ذہن سے محو کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ اپنی سہیلیاں کو جھڑک دیا اور یوں گویا ہوئے۔ اے عورت تو کون ہے؟ اور تیرا مجھ سے کیا کام؟ بدھ نے بھی اپنی ذات سے ایک ایسی مثال قائم کی جسکی دوسرے تقلید نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس نے اپنے نمونہ سے یہ دکھلانا چاہا۔ کہ انسان کس طرح ترقی کرتا کرتا بشریت سے اونچا مقام حاصل کر سکتا ہے۔ خود مسیحیوں کے قول کے بموجب مسیح نے یہ کبھی نہیں چاہا۔ کہ وہ لوگوں کیلئے خود نمونہ بن کر دکھلاوے۔ کیونکہ اس کا یہ دعویٰ تھا۔ کہ وہ بشر سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے یعنی خدا کا اکلوتا بیٹا ہے۔ تو پھر اس مقام پر پہنچنے کی کون توقع کر سکتا ہے۔ مسیح اور بدھ مشن کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کا مشن بالکل ظاہر ہے اور عملی تھا۔ وہ نبی تھے کہ ایک مقنن تھے انہوں نے کثرت سے قوانین مقرر کئے۔ اگرچہ وہ کامل نہ تھے لیکن جو بھی قوانین بنائے انہوں نے چاہا کہ لفظ بہ لفظ انکی اتباع کی جائے۔ اُن کے نزدیک ظاہری شریعت پر عمل درآمد ہی سب کچھ تھا۔ اور جب تک اُن تمام قوانین اور رسومات پر جو انہوں نے دیئے تھے عمل نہ ہو۔ نجات ناممکن تھی اس میں شک نہیں کہ وہ قوانین معقول اور قابل عمل ضرور تھے اور حضرت موسیٰ کا منشا تھا۔ کہ نہایت سختی سے ان کا التزام کیا جائے اس طرح یہودیت اور عیسویت اصول کے لحاظ سے تو ایک دوسرے سے جدا تھے۔ مگر ایک بات میں مشترک تھے۔ اور وہ یہ کہ دونوں نے انسان کو اپنی جگہ شخصی ذمہ داری سے آزاد کر دیا تھا۔ یہ دونوں اس لحاظ سے بدھ مذہب سے بالکل مختلف تھے۔ بدھ مذہب نے انسان پر شخصی ذمہ داری کا بوجھ اس قدر ڈال دیا تھا۔ کہ دنیا کے انسانوں کے لئے تو ناممکن ہو گیا تھا۔ کہ مقصد حقیقی کو بھی حاصل کر سکیں۔ اور اخوت انسانی کو بھی نبھا سکیں۔ کچھ شک نہیں کہ یہودیت نے بہت سخت قوانین باندھے تھے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ مگر اس نے نجات کو اسرائیلی قوم کیلئے مخصوص کر دیا تھا۔ اور یہ انسان کی طاقت سے باہر تھا کہ اسرائیلی بن سکے اس لئے نجات کا دروازہ بنی نوع انسان کے کثیر حصہ کے لئے بالکل بند ہو چکا تھا۔ اور اس طرح شخصی ذمہ داری کا خون ہو چکا تھا۔ عیسویت میں سرے سے قوانین اور رسومات تھے ہی نہیں۔ لے دے کے بپتسمہ کی ایک رسم پائی جاتی ہے۔ ایک عیسائی کے لئے مسیح پر ایمان لے آنا اور بپتسمہ لینا نجات کیلئے پروانہ راہداری ہے اور بس۔ ہر ایک ایمان لانیوالے کے تمام گناہوں کیلئے مسیح کفارہ ہو چکا ہے پس اگر میں بپتسمہ لے لوں اور مسیح کے نجات دہندہ ہونے پر ایمان لے آؤں۔ تو پھر خطرناک سے خطرناک گناہوں کا بھی اگر میں مرتکب ہوں تو میری نجات

ہیں ہرگز روک نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مسیح میرے تمام گناہوں کے بدلے میں مصلوب ہو چکا ہے۔ اس طرح تمام شخصی ذمہ واریاں خاک میں مل گئیں ٭

اب اسلام کو لو۔ اور اس کا دعویٰ کہ وُہ ایک ایسا مذہب ہے۔ جو اعتدال پر قایم ہے۔ روز روشن کی طرح صاف نظر آئیگا محمدؐ رسول اللہ صلعم کا مقصد یہ تھا۔ کہ انسان کو خواہ وہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ امیر ہو یا غریب۔ سپاہی ہو یا ملاح جب تک وہ دُنیا میں زندہ ہے۔ اُسے ایک کامل انسان بنایا جائے اور جب وہ اس دُنیا کو چھوڑے۔ تو خدا کی بادشاہت کا ایک قابل قدر فرد ثابت ہو۔ آپ نے اس خیال کو دور کیا۔ کہ کوئی قوم یا خاص نسل خدا کی برگزیدہ تھی لہذا صرف اکیلی وُہی نجات کی مستحق تھی حضرت موسیٰ کی حد بندی کو دُور کر کے آپنے نجات کو تمام بنی نوع انسان تک وسیع کیا لیکن حضرت موسیٰ سے آپ کو اس بات میں مماثلت بھی ضرور ہے۔ کہ آپنے شریعت سکھلائی۔ مگر شریعت کے قوانین کل نوع انسان کی ہدایت کے لئے عالمگیر اصُول پر پیش کئے مسیح کی تعلیم کے خلاف آپنے نجات کو صرف کسی خاص نبی پر ایمان لے آنے پر ہی منحصر نہیں رکھا۔ بلکہ اعمال پر بھی زور دیا۔ ہاں مسیح سے اس امر میں مماثلت بھی ہے۔ کہ آپنے قوانین شریعت کے بارے میں لفظ پرستی کی بہ نسبت اُن قوانین کی حقیقت اور مغز کی طرف زیادہ توجہ دلائی ٭

آنحضرت صلعم نے نہایت دلیری سے اعلان کیا۔ کہ ہر ایک شخص کو اُس کے اعمال کے مطابق جزا سزا دی جائیگی۔ آپنے صاف طور پر فرما دیا۔ کہ کوئی دوسرے کی نجات کا ذمہ نہیں لے سکتا۔ یہ عقیدہ کہ انسان گنہگار پیدا ہوتا ہے۔ اُلٹ کر بالکل برعکس کر دیا یعنی انسان بے گناہ پیدا ہوتا ہے۔ کفارہ کا مسئلہ اڑا دیا گیا۔ یہ صاف طور پر بتا دیا گیا۔ کہ ہر ایک انسان خواہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہو یا ادنیٰ سے ادنیٰ اپنے اعمال کا خود ذمہ وار ہے جیسا بوئیگا ویسا کاٹیگا۔ اسی اصول پر آنحضرت صلعم نے تمام بنی نوع انسان کے لئے خواہ کسی قوم۔ نسل۔ رنگ اور ملک کے ہوں عالمگیر اور وسیع قوانین قایم کئے جو تا اعمال صالحہ بجا لانے کیلئے شمع راہ ہوں۔ چنانچہ اسلامی قوانین کے مجموعہ کا نام شرع ہے جس کے معنے ہیں شارع عام۔ اور بیشک وہ ایسی شارع عام ہے۔ جو انسان کے مطلوب و مقصود حقیقی تک پہنچنے کے لئے سب سے سہل۔ سب سے زیادہ وسیع۔ سب سے زیادہ صاف اور سب سے زیادہ نزدیک راہ ہے جیسا کہ کہا ہے۔ آنحضرت صلعم نے بُدھ کی طرح شخصی ذمہ واری پر نہایت زور دیا ہے لیکن بدھ مذہب

صرف ایک فلسفہ ہی فلسفہ ہے۔ جو تارک الدنیا لوگوں کے لئے ہی موزون ہو سکتا ہے۔ اس کے خلاف اسلام ایک فطرت کے مطابق۔ عالمگیر اور حریت پسند مذہب ہے۔ جو مصنف "معجزہ محمدی" کی تحریر کے مطابق "جہاں ایک طرف مخلوق کا خالق سے کامل طور پر رشتہ جوڑتا ہے۔ وہاں دوسری طرف وُہ سب باتیں سکھاتا ہے۔ جو ایک صلح پسند باشندہ ایک بہادر سپاہی۔ ایک عاشق نثار شوہر۔ ایک باوفا بی بی۔ ایک فرمانبردار بیٹے۔ ایک شفیق ماں باپ۔ ایک راستباز انسان۔ ایک عادل حاکم۔ ایک محقق عالم۔ ایک ہوشیار تاجر میں ہونی ضروری ہیں" اور جو تمام بنی نوع انسان کو عالمگیر اخوت کی لڑی میں پروتا ہے۔ یہودیت کی طرح اسلام نے ہر کوئی پہلو تو انہیں سے خالی نہیں چھوڑا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا۔ کہ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا یعنی اللہ تعالیٰ کسی نفس پر اُسکی مقدرت سے بڑھکر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اگر اسلام نے جانور کی قربانی جایز رکھی ہے۔ تو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ہے۔ کہ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم یعنی خدا کو ان جانوروں کے گوشت اور خون نہیں پہنچے لیکن اُس تک صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اگر اسلام نے نماز کو خاص شکلوں میں قایم کیا۔ اور اگر تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا۔ کہ نماز میں سب متفقہ طور پر ایک خاص سمت کی طرف منہ کیا کریں۔ تو ساتھ ہی نہایت فصیح و بلیغ رنگ میں قرآن میں یہ بھی گوش گذار کر دیا۔ کہ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتٰب والنبیین وآتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ وآتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصٰبرین فی البأساء والضراء وحین البأس اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون ٥ ترجمہ نیکی یہ نہیں کہ اپنا منہ مشرق کو کر لو یا مغرب کو۔ بلکہ نیکی تو اُنکی ہے جو اللہ اور روز آخرت اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لاویں۔ اور خدا کی محبت کے لئے رشتہ داروں یتیموں مسکینوں مسافروں سوال کرنے والوں کو۔ اور (غلامی وغیرہ کی قید سے) گردن چھڑانے کے لئے مال دیتے ہیں۔ اور نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور جب عہد کرتے ہیں۔ تو عہد کو پورا کرتے ہیں۔ اور تنگی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت ثابت قدم رہتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو دعویٰ اسلام میں سچے نکلے۔ اور

یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں ۔

اسلام میں ایمان اور اعمال صالح ساتھ ساتھ چلتے ہیں ۔ قرآن جہاں نماز کے قایم کرنے پر بہت زور دیتا ہے ۔ وہاں زکوٰۃ اور صدقات کیلئے بھی نہایت تاکید کرتا ہے ۔ اسلام جسم اور روح ۔ عالم دنیوی اور عالم اخروی دونوں کے لئے بہتری کا طلب گار ہے ۔ چنانچہ ایک مسلمان کو جو دعا سکھاتا ہے وہ یہ ہے کہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ کہ اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی ۔

اسلام انسانی روح کو اعلیٰ سے اعلیٰ معراج پر پہنچانا چاہتا ہے ۔ کہ تکلیف اور مصیبت کے وقت صبر اور دعا سے کام لیا جائے ۔ کہ اسی سے تسکین ملتی ہے ۔ اور قرآن میں فرماتا ہے وانھا لکبیرۃ الا علی الخشعین الذین یظنون انھم ملقوا ربھم و انھم الیہ راجعون ۵ اور البتہ یہ شاق ہے ۔ مگر اُن پر نہیں جو خاکسار ہیں ۔ اور جو یہ خیال پیش نظر رکھتے ہیں ۔ کہ وہ آخر کار اپنے رب سے ملنے والے ہیں ۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ۔

(قدوائی)

حیوانات کے متعلق ہمارے فرائض

گذشتہ جنوری کی ۴ تاریخ کے پال مال گزٹ میں چند سطور شایع ہوئی ہیں ۔ جن میں حسب ذیل فقرہ بھی تھا ۔ " آکسفورڈ کے لاٹ پادری صاحب نے جہاں جہاں تک کہ اُن کے مذہبی اختیارات کی پہنچ تھی حکماً روک دیا ہے ۔ کہ اُن حیوانوں کے لئے جو جنگ موجودہ میں شامل ہیں دعا نہ کی جائے ۔ وہ فرماتے ہیں ۔ کہ زمانہ سلف سے گرجوں میں یہ دستور کبھی بھی نہیں ہوا ۔ کہ ذوی العقول کے سوا کسی اور مخلوق کے لئے دعا کی جاوے " ۔

اس پر گزٹ مذکور کا نامہ نگار اپنے خیالات اس طرح ظاہر کرتا ہے " گھوڑے اور کتے جو جنگ میں شامل ہوئے ہیں ۔ وہ بالکل سپاہیوں کی طرح بہادر ۔ وفادار اور جلوں نثار

ثابت ہوئے ہیں۔ تو پھر ایک عیسائی کو خدا سے جو تمام مخلوق کا باپ ہے۔ اُن کے لئے بھی حفاظت آلہی کیواسطے دعا کرنے سے کیوں شرمانا چاہیئے؟ خدا کی حفاظت کو صرف اپنی جنس کیلئے ہی مخصوص سمجھنا تعلی اور تکبر کا نتیجہ ہے؟

ہم نے کتنی مرتبہ اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ بہت سے عیسائی اپنے مذہب سے بہتر ہیں۔ اور ان لوگوں کے خیالات اور ارادے اس مذہب کی تعلیم سے جو انسان کا ساختہ پرداختہ ہے بہت بلند ہیں۔ بھلا لاٹ پادری صاحب کے متعلق جو لوگوں کو حیوانوں کے لئے دعا کرنے سے روکتے ہیں۔ اگر کوئی یہ پوچھ بیٹھے کہ لاٹ پادری ہوتا کون ہے؟ اور مہربانی کرکے بتاؤ کہ اُسے کس نے اختیار دیا ہے کہ لوگوں کو انسانیت سے روکے؟ تو کیا جواب دیا جائے۔ آہ کس قدر قابل افسوس ہے۔ کہ یسوع کو اپنی زندگی میں اتنا وقت ہی نہ ملا کہ اپنی کُل تعلیم جمع کر جاتے۔ بلکہ آپنے تو نئے عہدنامہ کا ایک لفظ بھی خود نہیں لکھا۔ اگر ہمارے پاس مسیح کی خاص تعلیم ہوتی۔ تو ہمیں اس پر بحث کرنے کا پورا موقعہ ملتا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ خدا کے نبی تھے۔ اور یہ نہایت قلق کا مقام ہے۔ کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ اُنکی اصلی تعلیم کیا تھی آج مذہب عیسویت میں جو اصول اور عقاید ہم پاتے ہیں۔ وہ جہاں دیکھو معمولی انسانی تخیلات سے بھی نیچے گرے ہوئے ہیں۔ اور ہمارے قلب پادریوں کی معجون مرکب تنگ حدود سے بہت زیادہ وسیع ہیں اگر ہم عہدنامہ جدید کی شہادت کو باور کریں تو ہمیں ماننا پڑیگا۔ کہ مسیح کے وقت میں آگے بھی غلامی کا بڑا رواج تھا۔ مسیح نے آکر اُسے اور اُکسایا۔ شراب خوری کی لعنت آگے ہی پھیلی ہوئی تھی۔ مسیح نے آکر کیا تو یہ کیا۔ کہ پانی کو شراب بنا دیا۔ اور آپ کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ بیماریاں بھوتوں کے ذریعہ ہوا کرتی ہیں۔ الغرض یہ باتیں ہمارے پلے پڑتی ہیں۔ اگر ہم عہدنامہ جدید کو آپ کی سچی سوانح عمری باور کرلیں۔ لیکن یہ ہماری بدذاتی ہوگی۔ اگر ہم ایسا کریں۔ اس سوانحعمری کو ماننے سے تو آپ کی تمام زندگی کا نچوڑ چند خیالی ناقابل عمل نصائح اور غیر معقول طریق عمل رہ جاتے ہیں۔ پس زندگی کے دستور العمل کے لئے پُرانا اور نیا دونوں عہدنامے لاشے محض ہیں *

میں بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے اُن ناپاک الزامات کے قبول کرنے سے جو اس کتاب میں جسے مقدس بائیبل کہا جاتا ہے۔ خدا کے نبیوں پر لگائے گئے ہیں۔ انکار کرتا ہوں۔ کیا میں یہ مانوں کہ نوح طوفان سے نجات پاکر شراب پی کر بدمست ہوگیا؟ یا ابراہیم علیہ السلام نے

جھوٹ بولا۔ اور اپنی بی بی کو دوسرے لوگوں کی خوابگاہ میں دو دفعہ بھیجا؛ یا موسیٰ قتل عمد کا مرتکب ہوا یا داؤد نے زنا کیا؛ یا مسیح جھوٹ بولتا رہا۔ لوگوں کو مارا پیٹا۔ اور بے گناہ جانوروں پر بھوت چڑھا کر اُنکی جانیں ناحق ضایع کیں؛ نہیں ہرگز نہیں میں مکرر سہ کرر کہتا ہوں۔ کہ میں ان باتوں کو ہرگز نہیں مانتا۔ اور اسی لئے میں موجودہ بائیبل کو بھی نہیں مان سکتا۔ کیونکہ اُس نے ہر ایک معصوم نبی کی سیرت کو داغدار کیا ہوا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ داؤدؑ اور مسیحؑ خدا کے نبی تھے اور پاکباز لوگ تھے۔ اور اس معاملہ میں قرآن کریم ہی ہے جس کی میں اتباع کرتا ہوں۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ موجودہ بائیبل بعض گمنام پادریوں کی لکھی ہوئی ہے۔ جنہوں نے خدا کے پاک نبیوں کی طرف وہ اقوال اور افعال منسوب کر دئے جو انہوں نے نہ کبھی کہے اور نہ کئے بنا بریں آکسفورڈ کے لاٹ پادری صاحب کا جانوروں کے لئے دعا کرنے سے انکار کرنا میں اس مذہب کی خطا سمجھتا ہوں جسکو عیسویت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ بالکل درست ہے کہ مقدس پادری صاحب کو اس معاملہ میں بائیبل میں کوئی ہدایت نہیں ہے جس پر وہ چلیں۔ کیونکہ وہ ہمارے ساتھ رہنے والے بے زبان جانوروں کے ساتھ سلوک کرنے کے متعلق بالکل خاموش ہے۔ اور اس لئے لازمی امر ہے۔ کہ پادری صاحب کلیسیا کے رواج کے مطابق عمل کریں۔ کیسا افسوس ہے۔ کاشکہ عیسویت میں کچھ تو الٰہی اخلاق کی جھلک ہوتی۔ کچھ تو تنگدلی میں کمی ہوتی۔ لیکن مشکل تو یہ ہے۔ کہ عیسویت میں انسان تو ایک ایسا اہم وجود ہے۔ جسکی پرستش بھی کی جا سکتی ہے۔ جیسے کہ مسیح کی ہوتی ہے۔ تو پھر جب انسان خود تمام کائنات کا معبود ہے۔ تو اُسکی شان سے بعید ہے کہ کسی دوسری مخلوق کی طرف توجہ بھی کرے۔ پھر میں کہتا ہوں افسوس ہے۔ کہ عیسویت میں کچھ تو انسانیت اس سے بڑھ کر ہونی چاہئے تھی۔ پال مال گزٹ کے نامہ نگار کی تنقید لاٹ پادری صاحب کی تعلیم کی نسبت بدرجہا عمدہ ہے لیکن یہ کیا معاملہ ہے۔ کہ ایک عام آدمی ایک پادری کو راہ راست دکھانے لگا؛ اسکی یہی وجہ ہے۔ کہ عیسویت ناکام ثابت ہوئی ہے۔ اور انسانی خیالات زیادہ بلند پروازی کو چاہتے ہیں ؛

اب تک تو میں نے ایسے مذہب کا ذکر کیا ہے جس میں کوئی بھی ہدایت نہ تھی۔ کیا میں اب ایسا مذہب بتلاؤں جس میں زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق قوانین موجود ہیں۔ آؤ میں پہلے تو قرآن کو

کے الفاظ نقل کرتا ہوں۔ اور پھر لاٹ پادری صاحب اور تمام مسیحیوں اور تمام جانوروں پر شفقت رکھنے والوں کی توجہ کو اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ سورہ انعام میں آتا ہے۔ وما من دآبۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم ...... ثم الی ربھم یحشرون ٥ ترجمہ۔ اور زمین پر کوئی جانور نہیں اور نہ کوئی پرند جو اپنے دونوں پروں پر اڑتا ہے۔ مگر تمہاری طرح کئے گروہ یعنی مخلوق ہیں۔ ...... اور اپنے رب کی طرف جمع کئے جائینگے "میرے دوستو اس آیت پر خوب غور کرو۔ بائیبل میں تو کوئی ہدایت موجود نہیں اور چونکہ مجھے پورا یقین ہے کہ تم سمجھدار اور معقول پسند ہو۔ اور ہر ایک سچی بات کو ماننے کے لئے تیار ہو

ذرا سوچو۔ کونسی کتاب صحیح معنوں میں رہبر ہو سکتی ہے۔ وہ جو خاموش ہے یا وہ جو بولتی ہے۔ یہ میں باقی اپنے ناظرین پر چھوڑتا ہوں۔ قرآن کریم ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ عالم حیوانات بھی ویسے ہی جان رکھتا ہے جیسے ہم رکھتے ہیں۔ یہ کہ وہ بھی ہماری طرح مخلوق ہیں جس طرح ہماری جانیں قبض کی جاتی ہیں۔ اسی طرح انکی بھی کی جاتی ہیں۔ اور ہماری انکی دونوں کی جانوں کا منبع مشترک ہے۔ کیا اس کو مان کر اور جان کر کوئی حیوانوں سے برا سلوک روا رکھ سکتا ہے؟ کیا کوئی جرأت کر سکتا ہے۔ کہ وہ یہ کہے سکے وہ جانور جن سے وہ محبت رکھتا تھا۔ اور جنکی لاشوں پر وہ آنسو بہا رہا ہے پھر زندہ نہ ہونگے؟ اگر ایک جانور خطرہ میں ہے۔ تو کیا اس میں ہماری شان گھٹتی ہے۔ کہ ہم اسکی سلامتی کے لئے دعا کریں؟ کیا ایسا کہنے سے ہم خدا کی نگاہ میں ذلیل ٹھیریں گے؟ کیا ایسی دعا کی وجہ سے خدا ہم کو برکت نہ دیگا؟ پس یہ وہ تعلیم ہے جو اسلام سکھاتا ہے لیکن عیسویت میں چونکہ کوئی خدائی حکم نہیں۔ اسلئے غریب جانوروں پر کوئی شفقت رکھنے والا یہ حکم سنتا ہے کہ خبردار ان جانوروں کے لئے جو انسان کے دوش بدوش جنگ کے خطرات برداشت کر رہے ہیں۔ اور لڑائی کے میدان میں اپنی جانیں دے رہے ہیں اور جو انسانوں کی طرح زخمی اور پارہ پارہ ہو رہے ہیں۔ اور مرتے دم تک وفادار ثابت ہو رہے ہیں۔ ہرگز دعا نہ کرو۔ اور کیوں دعا نہ کرو؟ صرف اس لئے کہ یہ کلیسیا کے رواج کے خلاف ہے۔ کلیسیا کی حالت بھی قابل رحم! اور انسان کے ساختہ پرداختہ تنگ خیال مذہب کے متبعین کی حالت بھی قابل رحم!!!

مسٹر لین صاحب جو مدتوں اسلامی ممالک میں رہے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے ان ممالک میں کبھی گدھے تک سے بھی بُرا سلوک ہوتے نہیں دیکھا۔ اور تمام وہ لوگ جو اسلامی ملکوں میں سے آئے ہیں۔ حیوانون کی غور و پرواخت کو دیکھ کر حیران ہو ہو گئے ہیں۔ عرب اور اُس کے وفادار گھوڑے کے حالات کس نے نہیں پڑھے۔ پھر لوگون کیلئے محل تعجب ہی کیا ہے۔ کہنے کو یہ لوگ عیسویت ہی کو دنیا میں اکیلا سچا مذہب کہتے ہیں۔ اور اسلام کو رد کرتے ہیں۔ مگر اسلامی ممالک کی اخلاقی حالت کو عیسوی ممالک سے بدرجہا بہتر پاتے ہیں۔ اور بجائے اس کے جیساکہ ظاہر ہے یہ کہا جائے کہ اسلام کی یہ خوبیان ہیں۔ کہتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ لوگ "عیسوی" اخلاق اختیار کرتے جاتے ہیں۔ کسی مذہب میں جو خوبی نظر آتی ہے۔ اُسے عیسویت کا اثر بتلاتے ہیں۔ الغرض ان حکایات کو پڑھنے سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ لکھنے والون کی یہ افترا پردازیاں اور جھوٹی شیخیاں اظہر من الشمس ہین۔ قرآن کے علاوہ جانوروں کے متعلق ہمارے نبی کریم صلعم نے بھی بہُت سی ہدایات دی ہیں۔ ایک دفعہ آپ سے دریافت کیا گیا۔ کہ کیا چوپایوں سے نیک سلوک کرنے اور اُن کے پانی پلانے کا بھی اجر ہمیں ملے گا۔ آپ نے فرمایا: "ہر ایک جانور کے ساتھ جس کے جگر میں نمی ہے یعنی جو زندہ ہے۔ نیک سلوک کرنے کا اجر ملے گا"۔ پس ہر ایک مسلم کا فرض ہوگیا۔ کہ وہ اُن کے ساتھ نیک سلوک کرے جنہیں اُسی کی طرح خدا نے پیدا کیا ہے۔ پھر ہمارے نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ اِن بے زبان جانوروں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ اور جب سواری کے قابل ہوں تب چڑھو۔ اور جب تھک جائیں تو اُتر پڑو۔ دیکھو یہ وہ حکم ہے جسکی اتباع کرنا ہر ایک مسلم پر فرض ہے۔ اور لازمی طور پر وفادار جانورون کی طرف تو اور بھی توجہ بڑھیگی۔ میں نبی کریم صلعم کی شفقت کی جو تمام مخلوق سے آپ کو تھی ایک مثال بیان کرتا ہوں۔

ایک دفعہ ایک شخص رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس کے پاس ایک اونی کپڑا تھا کہنے لگا: "یا رسول اللہ (صلعم) میں جنگل میں سے گذر رہا تھا۔ تو میں نے چڑیون کے بچّون کی آواز سُنی۔ اُن کو پکڑ کر اس اونی کپڑے میں رکھ لیا۔ اتنے میں اُن بچوں کی ماں میرے سر کے گرد اُڑنے اور پھڑپھڑانے لگی۔ میں نے بچوں پر سے کپڑا اُٹھایا۔ تو اُنکی ماں بیتابی سے اُن پر گر پڑی پھر میں نے اُن سب کو اُسی کپڑے میں لپیٹ لیا۔ اور وہ بچے یہ موجود ہیں"۔ رسول کریم صلعم نے فرمایا: "اِن کو نیچے رکھ دو"۔ جب وہ نیچے رکھ چکا۔ تو اُنکی ماں اپنے بچون کے ساتھ شامل ہوگئی تب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "کیا تمہیں ماں کی اپنے بچوں کے ساتھ محبت پر تعجب ہوتا ہے؟ میں قسم کھاتا ہوں اُس ذات کی جس نے مجھے بھیجا ہے۔ کہ بیشک خدا کی محبت اپنی مخلوق کے ساتھ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ جو کہ اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے" پھر فرمایا۔ کہ "ان بچوں کو جہاں سے تو نے اُٹھایا ہے وہیں رکھ آ۔ اور اُن کی ماں کو بھی اُن کے ساتھ رہنے دے" یہاں میری ناچیز قلم کی تشریح کی کوئی حاجت نہیں۔ اسلام بلا امتیاز خدا کی ہر ایک مخلوق پر شفقت کرنا سکھاتا ہے۔ اور اس لئے جانوروں کے لئے دُعا کرنے کے مسئلہ پر بحث کرنے کی ہمیں ضرورت ہی کوئی نہیں رہتی۔ اس کے مقابل ناکمل سے مذہب میں جسے عیسویت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لاٹ پادری کے فیصلہ کی ضرورت محسوس ہونی ہی صفائی سے بتلاتا ہے کہ یہ مذہب منجانب اللہ نہیں بلکہ انسانی ہے +

راقم ایک جانوروں پر شفقت رکھنے والا

یسوع مسیح کا معجزہ شراب

حضرت مسیح کی طرف عام طور پر ایک معجزہ منسوب کیا گیا ہے۔ اور لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ آپ نے گویا پانی کو شراب میں تبدیل کر دیا تھا۔ اسی خیال سے شراب کو شربت کے طور پر استعمال کرنے کی رسم رائج ہوئی ہے۔ کیونکہ جب کسی رسم کی ابتدا کسی نبی کی طرف منسوب کی جائے۔ اور یہ ظاہر کیا جائے۔ کہ وہ اس کام کا بانی مبانی ہے۔ تو پھر وہ لوگوں کے دلوں میں بغیر سوچے سمجھے اندھا دُھند مضبوطی کے ساتھ قدم جما لیتی ہے۔ متقدمین مسیحی پادریوں نے اس رسم میں اچھی طرح حصہ لیا۔ جس کا جو کچھ نتیجہ ظہور پذیر ہوا۔ اُسے بیان کرنے کی بجائے یونہی فرض کر لینا بہتر ہے۔ کیونکہ یہ سخت ہی ناپسندیدہ بات ہے۔ کہ ان گندے قصوں کو دُہرایا جائے۔ جو عیسائی مصنفین نے رہبانہ زندگی کی بابت لکھے ہیں۔ جب روحانیت کا سرچشمہ ہی گدلا ہو جائے۔ تو پھر اُس سے وابستہ کھیتوں میں کسی پھل کے پیدا ہونے کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ عارضی سر سبزی خواہ

کے استعمال سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جس کو حاصل کرنے کیلئے لوگ اپنے اعصابی اور دماغی قوائے کو بھی تباہ کر لیتے ہیں۔ اِس کو مقدس بزرگوں نے جو روحانی پیشوا کہلاتے تھے۔ شراب کے استعمال کو جایز قرار دے کر خوب تقویت دی۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ وہ مذہبی رسم ایک قومی رواج بن گئی۔ عیسائی اقوام نے مسکرات یعنی شراب کے کارخانہائے صنعت کے قیام میں حد درجہ کی کوشش کی ہے۔ اور اس طرح اس سمِ قاتل کے مہلک اثر کو بڑھانے میں اپنے آپ کو لگا رکھا ہے۔ اس کا اثر صرف مسیحی اقوام کے افراد ہی پر نہیں۔ بلکہ اس فیاضی کا دایرہ ان بے گناہ اقوام تک بھی پھیل گیا ہے جنکی قسمت کی باگ اُن کے ہاتھ میں آچکی ہے۔ مَیں فرانس میں بالکل نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو بھی شراب کا عادی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور میری حیرانی یہ سُن کر اور بھی بڑھ گئی۔ کہ تمام مرد اور عورتیں۔ جوان اور بوڑھے۔ امیر اور غریب سب کے سب دن میں کئی بار شراب کا استعمال کرتے ہیں۔ انگریزی قہوہ خانوں کی چائے کی جگہ فرانس کے قہوہ خانہ میں شراب استعمال کی جاتی ہے۔ جو بہت ہی قابل رحم اور تاسف انگیز حالت ہے ؂

شراب نوشی کے اس رواج کا انجام لازمی طور پر ان خراب نتایج کی صورت میں نمودار ہوا ہے۔ جنکی وجہ سے لوگوں کی اخلاقی اور جسمانی حالت نہایت ردّی ہو گئی ہے۔ اور روپیہ محض برباد ہو رہا ہے لیکن اب لوگ یہ سمجھنے لگ گئے ہیں۔ کہ ایل (ایک قسم کی شراب جو جَو سے بنتی ہے) کو جو کہ سخت بیوقوفانہ حرکات کا موجب ہوتی ہے۔ استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ بہت سخت گہرے اور ناقابل برداشت نقصانات سے بعض اوقات ایسے ایسے مفید سبق حاصل ہوتے ہیں۔ جن کو دھواں دھار تقاریر اور فصیح و بلیغ مواعظ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ بنی نوع انسان کے قوائے جسمانی کی اس جانی دشمن کے استعمال کو صرف مذہبی سوسائٹیاں اور افسران طبابت ہی بُرا نہیں جانتے۔ بلکہ فوجی افسروں نے بھی فوجوں میں اس بدعادت کو روک دینے کی ضرورت محسوس کی ہے جو لوگ شراب اور مسکرات کے استعمال سے بچتے ہیں۔ وہ درحقیقت اپنے اندر ایک ایسی طاقت کا ذخیرہ بنا لیتے ہیں جو بوقت ضرورت اُن کو کام دے سکتی ہے۔ مگر جن لوگوں کی قوت مقابلہ جو انسان کی گویا جان ہے محرکات سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسے شراب نوشی وغیرہ سے۔ لمبے مصائب اور مشکلات کے ماتحت اُنکی قوتیں عاجز آجاتی ہیں۔ اور آخر کار بالکل جواب دے بیٹھتی ہیں ؂

لارڈ کچنر نے یہ بڑا دانائی کا کام کیا ہے۔ کہ اُس نے میدان جنگ میں جانے والی انگریزی فوج کو ایسی نقصان دہ چیزوں کے استعمال سے روک دیا ہے۔ انہوں نے اور معاملات میں بھی بڑی زیرکی دکھائی ہے۔ مثلاً بڑے بڑے شہروں میں شراب خانوں کو مقررہ اوقات پر بند کر دینے کا حکم دیا ہے روسی گورنمنٹ نے بھی ان ناپاک جذبات کے شیطان کا خاتمہ کر دینا چاہا ہے۔ انہوں نے ایسی وسیع تجاویز کی ہیں جن سے بیشمار مصائب کے سرچشمہ یعنی شراب خوری کو جڑ سے اُکھیڑ دیا جائے۔ انہوں نے تجربہ سے معلوم کیا ہے کہ مسکرات شراب اگر تھوڑی سی مقررہ مقدار میں استعمال کی جائیں۔ تو اس سے ایک نشانہ بازی کی تعداد نشانہ بازی کی اوسط گھٹ جاتی ہے۔ لوگوں نے نہایت درد کے ساتھ یہ معلوم کیا ہے کہ شراب نوشی اُنکی افواج کی روحانی واخلاقی حالت اور ضابطہ وطاقت کی بربادی کا موجب ہوتی ہے اُنہوں نے اس بات کو خوب سمجھ لیا ہے۔ کہ اگر ہم فتحمندی کے خواہشمند ہیں۔ تو یہ لعنت ہماری فوج سے فوراً اُٹھ جانی چاہیے۔ چنانچہ اُنہوں نے ہی اس نجات دلا دینے والے مفید کام کو رائج کر دیا ہے۔ اور ملک کو شراب سے پاک کرنا چاہا ہے۔ روس کے شاہان سلف میں سے ایک نے اسلام کو اس لئے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ کہ اسلام اسے شراب نوشی سے روکتا ہے لیکن اب اسی کا فرزند اس سے لوگوں کو روک دینا ضروری سمجھتا ہے۔ یہ تغیر بہت ہی تعجب انگیز ہے۔ انسان کے اپنے بنائے ہوئے قانون پر اب نکتہ چینی ہو رہی ہے۔ اور یسوع مسیح کا نام اس مباحثہ کی جڑ بنیاد ہے۔ بعض انگریز یسوع مسیح کے معجزہ شراب پر جو کہ نہ صرف اس کے استعمال ہی کو جائز قرار دینے کا ذمہ وار ہے۔ بلکہ اسے مقدس بھی بنا دیتا ہے۔ بہت سخت نکتہ چینی کرتے ہیں۔ بہت سی مذہبی تقریبات مثلاً بادشاہ کا جام صحت پینے وقت شراب کا استعمال مسلمہ ضروریات میں سے ہو گیا ہے +

عشائے ربانی کے موقعہ پر مقدس روٹی اور مقدس شراب کی رسم کا سرانجام پانا نہایت ضروری ہے۔ اور ہر اتوار کو اس پر خوب ہاتھ صاف کیا جاتا ہے۔ اور اگر کچھ بچ رہے۔ تو اُسے پورا کرنا پادری کے فرائض میں داخل ہے میں نے بعض انگریزوں کے منہ سے یسوع مسیح کے معجزہ شراب پر یہ ریمارک سنے ہیں۔ کہ صاف وشفاف اور بے ضرر پانی کو شراب جیسی خبیث چیز میں تبدیل کر دینا اُن کے شایان شان نہ تھا لیکن ہم ان لوگوں کے ساتھ متفق نہیں جو اس خدائے تعالیٰ کے پاک رسول حضرت مسیح علیہ السلام کو ذلیل کرتے ہیں۔ آپ کے متعلق کبھی بھی یہ ماننا نہیں چاہیے

سکتا۔ کہ آپنے کوئی ایسا معجزہ دکھایا۔ جو نسل انسانی کو گناہوں میں غرق کر دینے کا باعث ہوا ہو۔ آپنے خود کبھی عہد نامہ جدید کو تصنیف نہین کیا۔ بلکہ یہ کتاب آپ کے چند صدیاں بعد لکھی گئی۔ ان تمام کتابوں میں سے جو یسوع مسیح کے نام سے لکھی گئیں۔ صرف چار کو صحیح تسلیم کیا گیا ہے۔ اور باقی تمام کو ناقابل قبول کہہ کر رد کر دیا گیا ہے۔ مگر اعلیٰ پایہ کے محققین نے ان چار کو بھی انہی دلایل پر رد کیا ہے۔ جنکی وجہ سے پہلے بہت سی انجیلین رد کی جا چکی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کے ایک برحق مرسل کے دامن عزت وعظمت پر بدنامی کا سیاہ داغ لگاکر کوئی شخص کس طرح صبر کر سکتا ہے۔ اس سے تو یہی بہتر ہے۔ کہ عہد نامہ جدید کو بالکل رد کر دیا جائے۔ بجائے اس کے کہ یسوع مسیح کو ان ناقابل قبول تعلیمات کے ذریعہ جو اُسکی طرف منسوب کی جاتی ہین۔ ناواجب نکتہ چینی کا تختہ مشق بنایا جائے۔ وہ کتاب جو ایک مرسل برحق کے دامن عزت کو داغدار کرنے والی ہو۔ بہتر ہے کہ اس کا وجود ہی صفحہ ہستی سے مٹ جائے۔ یسوع مسیح جسکی بابت خیال ہے۔ کہ وہ نسل انسانی کی نجات کے لئے دنیا میں آیا تھا۔ کیا اسی نے انسانون کو گناہ اور ظلمت کے تاریک گڑھے میں گاڑ دیا۔ یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ کہ تمام نبی نوع انسان کے منجی کو اپنے پیروَن کو فسق وفجور میں مبتلا کرنے کا مجرم قرار دیا جائے۔ یہ امر ایک مسلمان کے لئے جو کہ تمام انبیائے کرام کی عزت وعظمت کو پورے طور پر ملحوظ رکھتا اور ان سب کی حمایت میں کھڑا ہو جانا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ سخت دکھ دینے والا اور بہت ناپسندیدہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ حضرت مسیح کا مرتبہ ان ذلت آفرین تعلیمات سے جو دینی حکمرانوں یعنی پادریوں نے خود غرضی کے لئے آپ کی طرف منسوب کی ہین۔ بہت بلند اور بالاتر ہے۔ آپ انبیائے عہد عتیق اور قرآن کریم کے آخری عہد نامہ کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جن سب نے مسکرات کے استعمال کو ناجایز قرار دیا ہے مشترک طور پر الہام آلٰہی کے مورد تھے۔ پھر کس طرح سے یہ مان لیا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی ایسے احکام بھی صادر کئے تھے جو کہ تجربہ اور مشاہدہ سے ضرررسان اور جھوٹ ثابت ہوئے ہین۔ پس عیسائیوں کو چاہیئے۔ کہ یسوع مسیح کی عزت وعظمت کو بحال کرنے اور اسے اُن گناہ آلودہ باتون سے نجات دلانے کی پوری کوشش کرین۔ جیسے کہ اُس نے اُن کو نجات دلانے کی کوشش کی لیکن ایسا کرنے میں وہ مسلمانوں کی پیروی کر کے ہی عمدہ کام سرانجام دے سکیں گے۔ اس کام کے لئے سب سے بہتر تجویز تو یہ ہے۔ کہ ایسے معجزات کا جو نیک نیت مگر سادہ لوح انسانوں نے ہمارے ایک بزرگ نبی حضرت مسیح

علیہ السلام کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ قطعاً انکار کر دیا جائے۔ کیونکہ اسی ایک بات پر قدم جمائے رکھنے سے بہت نقصان کا اندیشہ ہے۔ یہ امر فطرت کے عین مطابق ہے۔ کہ لوگوں کو وہ بات ترک کر دینی چاہئے جو نقصان دہ ہو۔ خواہ اُس کے ثبوت اور تائید میں کوئی آسمانی حکم ہی بطور سند کیوں نہ پیش کیا جائے۔ اور ایسے گناہ آلود مسایل کی وجہ سے عہد نامہ جدید کی ہر ایک بات کی وقعت کے گر جانے کے باعث یسوع مسیح کے مشن کا تمام سوال ہی کمزور اور بودا ہو جاتا ہے۔ ایسی باتیں قابلِ قبول نہیں ہو سکتیں جنکی کوئی قابلِ اعتماد سند ہمارے ہاتھ میں نہ ہو پس یہ لوگوں کی سریع الاعتقادی اور سادہ مزاجی کی کیسی تذلیل اور سخت دھوکہ دہی ہے۔ کہ انہیں ایسی باتوں کا یقین دلایا جائے جو ایک نبی مقدس کے دامن عزت کو بٹہ لگانے والی ہیں ✦

لیکن اس گھرے بادل اور جہالت کی دردانگیز تاریکی میں ایک جھلک نمودار ہوگئی ہے۔ روسی سلطنت کی تاریخ میں یہ سال بہت ہی قابلِ یادگار رہوگا۔ کیونکہ اس نے ان دنوں وہ قانون پاس کیا ہے۔ جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام نے وضع اور رایج کیا تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہی اشارہ تھا جس نے عرب کے گلی کوچوں میں شراب کے مٹکے تڑوا دیئے۔ اور ایک مدت کی پُرانی رسم فی الفور نیست و نابود ہوگئی۔ یہ امتناعی حکم جس نے ایسا حیرت افزا انقلاب پیدا کر دیا جس نے انسان کی روحانی حالت کو اسفل السافلین کے رذیل طبقہ سے اُٹھا کر اسکی روحانیت کے بلند ترین مقام پر لے جا کر کھڑا کیا۔ قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان ہوا ہے ✦

یسئلونک عن الخمر والمیسر۔ قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس۔ و اثمھما اکبر من نفعھما (۲ - ۲۱۶)

تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہدے کہ ان میں نقصان بہت زیادہ ہے لوگوں کے لئے فایدے بھی ہیں۔ اور اُن کا نقصان اُن کے فایدہ سے بہت زیادہ ہے ✦

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ و انتم سکاریٰ حتیٰ تعلموا ما تقولون ولا جنباً الا عابری سبیل حتیٰ تغتسلوا۔ و ان کنتم مرضیٰ او علیٰ سفر او جاء احد منکم من الغایط او لمستم النساء فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیدا

طیباً فامسحوا بوجوھکم وایدیکم ان اللہ کان عفواً غفوراً ٭

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ یہاں تک کہ تم اس بات کو سمجھو جو کچھ منہ سے کہتے ہو۔ نہ ہی جنبی ہونے کی حالت میں نماز پڑھو سوائے اس کے کہ تم سفر میں ہو۔ یہاں تک کہ غسل کرو۔ اور اگر تم بیمار رہو۔ یا سفر میں ہو۔ یا تم نے عورت سے چھوا ہو۔ تو اگر تم پانی نہ پاؤ۔ تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو۔ یعنے اپنے منہ اور ہاتھوں پر مسح کرو بیشک اللہ تعالیٰ درگذر کرنے والا بخشنے والا ہے (۴-۴۷)

یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلاغ المبین ٭

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ یقیناً شراب اور جوا اور بت اور قرعہ اندازی کے تیر پلید ہیں شیطان کے کام سے۔ ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ ٭

یقیناً شیطان چاہتا ہے۔ کہ تم میں دشمنی و بغض ڈال دے۔ شراب اور جوئے کی وجہ سے اور تمہیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا ان سے منہ نہیں پھیرو گے۔ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ اور ہوشیار رہو۔ پس اگر تم پھر جاؤ۔ تو جان لو۔ کہ ہمارے رسولوں پر صرف پہنچا دینا ہی فرض تھا ٭ (۵-۹۲-۹۳)

اخلاق فاضلہ

(از اے۔ نیول جے۔ وہمینٹ پی ایچ ڈی لیڈی ڈاکٹر)

اخلاق ایک ایسا لفظ ہے جس کا خاصکر پچھلے چند سالوں میں بہت غلط استعمال ہوا ہے۔ اور بہت غلط معنے اسکی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ اسے حد سے زیادہ وسیع معنوں میں

بھی استعمال کیا گیا اور اس کے مفہوم کو بہت تنگ بھی کیا گیا۔ اس لئے خالص اخلاق پر بحث کرنیوالے کیلئے آج کل یہ نہایت مشکل ہے کہ اخلاق کی صحیح تعریف بتا سکے جب تک کہ اس کے ساتھ اس طرح کے الفاظ نہ لگائے۔ مثلاً یہ عیسائیوں کے خیال کے مطابق اخلاق ہیں۔ یہ بدھ کے خیال کے مطابق ہیں۔ یہ آزاد خیالوں کی رائے کے مطابق اخلاق ہیں (جنہوں نے اخلاق کا معیار بہت آزاد اور وسیع رکھا ہے) لیکن اخلاق کے متعلق جب ہم زیادہ چھان بین کرتے ہیں۔ تو ہم کو پتہ لگتا ہے۔ کہ اخلاق کا جو بھی مجموعہ بنا ہے وہ انسان کا اپنا ہی ساختہ پرداختہ ہے ہم عیسویت کی ایک کتاب میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ کہ ملہم لوگ خدا کی باتیں اور خدا کے بتائے ہوئے اخلاق لکھتے رہے لیکن کون کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ اخلاق جو اُنہوں نے پیش کئے۔ اور جن کا اُنہوں نے اعلان کیا۔ وہ اُن کے اپنے ہی خیالات کا نتیجہ نہ تھے۔

دراصل اخلاق اپنی پوری تفصیل کے ساتھ ہر ایک آدمی کے لئے جداگانہ ہی تعریف رکھتا ہے یہ بات تو آسان ہے کہ اخلاق کے بارے میں ایسے قوانین بطور اصول اور جڑ کے مقرر کردئے جائیں جنکی تمام آدمی بغیر کسی قسم کی دقت کے پیروی کرسکیں یا اگر ترمیم کی کہیں ضرورت ہو تو بہت تھوڑی سی ترمیم سے کام چل سکے لیکن اخلاق کے تمام شعبوں اور فروعات میں دُنیا کے تمام آدمیوں کو ایک ہی رسی میں جکڑا نہیں جا سکتا۔ آج سے تھوڑا عرصہ قبل تو ہمیں یہ جواب ملا کرتا تھا۔ اور اب بھی شاید بہت سے آدمی کہہ اُٹھیں گے۔ کہ اخلاق کی باریک سے باریک شاخ کو بھی ایک ہی قانون کے ماتحت جکڑا جانا چاہئے لیکن ایسا کہنے والوں کی یہ بات مان کر ہمیں یہ مشکل پڑتی ہے۔ کہ اس کا کیا جواب دیا جائے۔ کہ جب یہ عقیدہ شایع ہوا۔ کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ خدا کا تعلق جداگانہ ہے" اور یہ عقیدہ شایع بھی اُن لوگوں کی طرف سے ہوا جن کو کلیسیا سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور ایسا عقیدہ شایع ہونا بھی ایسے ہی لوگوں سے چاہئے تھا۔ تو کثرت سے لوگوں نے اس عقیدہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا جسکی وجہ یہی تھی۔ کہ اخلاق کے اُن تنگ اصولوں کو جنہوں نے سر سے پاؤں تک انسان کو جکڑا ہوا تھا۔ اور جو سالہا سال قبل ایک ایسی قوم کے لئے وضع ہوئے تھے۔ جو ہم سے بالکل مختلف تھی۔ ماننے کے لئے کوئی یقینی اور معقول دلیل موجود نہ تھی جب سے علوم حقہ نے دُنیا میں ترقی کی ہے۔ اور اس کا اثر ہماری

روزمرہ کی زندگی پر پڑا ہے۔ اُس وقت یہ عقیدہ پیدا ہونا شروع ہوا ہے کہ ہماری روزمرہ کی زندگی میں عقل کو ہمارا رہبر ہونا چاہیئے۔ کیا ضرورت ہے کہ وہ پُرانے عقاید یا اصول جو اپنے زمانہ کے لئے ہی مخصوص تھے۔ اور آج قوموں کے ظاہر یا باطن کے مناسب حال نہیں اُس پر خواہ مخواہ عمل کیا جائے ؛

پس یہ ایک سوال ہے۔ جو ایک ایسے شخص کی توجہ کے قابل ہے۔ جو مذہب کے متعلق تحقیقات کرتا ہو اور جس کا کام یہ ہو۔ کہ اگر انسان کی روح اور عقل میں تطبیق نہ ہو تو اُسکی اصلاح کرے۔ اس لئے کہ جب تک عقل اور روح میں تطابق نہ ہو یہ لازمی بات ہے کہ انسان کو کامل حریت اور نجات دلانے کے لئے ہماری ساری کوششیں رائگان چلی جائیں۔ کیونکہ سائنس سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے۔ کہ عقل کے تقاضے کو جو فطرت انسانی میں مرکوز ہے۔ پورا کرکے اُسکی تسلی کی جانی چاہیئے۔ ورنہ عقل کی حدود کو توڑنے سے روح انسانی ہلاکت کے گڑھے میں گر یگی۔ کیا ان تمام مذاہب میں جو دُنیا میں پائے جاتے ہیں۔ کوئی ایسا مذہب بھی ہے۔ جو علیم وخبیر خدا کی طرف ہر زمانے کے مطابق رہنمائی کرتا رہا ہو۔ اور جو شبہ کی حالت میں اپنے متبع کو تقاضائے فطرت کے مطابق عقل کو اپنا رہبر بنانے کے لئے حکم دیتا رہا ہو۔ ہاں ہے۔ اور وہ بلاشک و شبہ اسلام ہے ؛

اب ناظرین کو پتہ لگ گیا ہوگا۔ کہ میں نے اس مضمون کا عنوان "اخلاق فاضلہ" کیوں قایم کیا جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا۔ اخلاق سے اس قدر معنے اور مفہوم مراد لئے گئے ہیں۔ کہ وسیع معنوں میں اس کو استعمال کرنا ایک فعل عبث ہے۔ اور خاص معنوں میں اُس کا استعمال کرنا تکلیف مالا یطاق ہے۔ اس لئے میرا اخلاقی فرض تھا۔ کہ میں ایسے الفاظ استعمال کروں جن میں کوئی شک اور ابہام واقع نہ ہو۔ اور معنے اور مفہوم زیادہ صاف اور واضح طور پر ظاہر ہوں ؛

قدیم علم اخلاق پر بحث کرنا خواہ مقابلہ کرنے کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ رسومات وخوش عقیدگیوں کی تاریخ کا ایک بے مزہ باب کھولنا ہے۔ ہاں اس سے صرف اتنا نظر آسکتا ہے۔ کہ اُن لوگوں کیلئے جو ایسے اخلاق کی شب تاریں گھرے ہوئے تھے۔ کوئی صبح اُمید نہ تھی پس میں اس باب کو بند ہی رکھتا ہوں لیکن میں صرف ایک پُرانا عقیدہ بیان کردیتا ہوں جس سے میرا مطلب

حل ہو جائیگا۔ اور وہ یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں معاشرتی اور تمدنی زندگی کے تمام افعال پر اس لغو عقیدے کی حکمرانی تھی۔ کہ نیک کاموں کے لئے بخشش اور انعام کے لالچ دئے جائیں اور بُرے کاموں سے رُکنے کے لئے سزا کی دھمکی دی جائے۔ قوانین ایسے بنائے گئے جن میں صرف وعدہ یا وعید ہی تھا۔ اور یہ نہ کیا گیا کہ انسانی فطرت کو جو خود عدل کو چاہتی ہے۔ اُبھارا جاتا۔ تمام مذہبی دُنیا کو بھی حرص دامنگیر تھا۔ اگر کسی کو ضرورت ہو۔ تو قدیم کتب خانوں میں جاکر بڑی بڑی ضخیم کتابیں جو بڑے بڑے دینی مقتداؤں کی لکھی ہوئی ہیں پڑھے جنہوں نے انسانی علم اور انسانی قلب کے محدود ہونے کو ملحوظ رکھ کے خوب کھول کھول کر اُس عالم کے حالات لکھے ہیں۔ جو خدائی قوانین کے نافرمانوں اور اپنی خواہشات نفسانی کے پیروؤں کیلئے مقدر ہے میں اتنا بتلا دینا چاہتا ہوں کہ آج کل سرکاری قانون کی کتابوں میں ایک دفعہ اُن لوگوں کے خلاف بن گئی ہے جو اپنے زیر اثر لوگوں کو ڈرایا کرتے ہیں۔ اور جس سے ایسے لوگ جن کو ڈرایا جاتا ہے۔ فایدہ اُٹھا سکتے ہیں اگرچہ مذہب کے متعلق ایسا فقرہ ناگوار معلوم ہوگا لیکن سچی بات کہنی ہی پڑتی ہے۔ اُس زمانہ میں گرجے میں بھی وعظ ہوا کرتے تھے۔ کہ" ایسا کروگے تو بڑا انعام ملیگا" اور جو ایمان نہیں رکھتے۔ اُن کے لئے ابدی عذاب اور بھڑکتے ہوئے شعلے تیار ہیں"۔

لیکن اخلاق فاضلہ اس عقیدہ کو رد کرتے ہیں۔ اور اسباب و نتایج کے فطرتی قانون کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہم سورۃ دھر میں پاتے ہیں۔" انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزآءً و لا شکوراً۔ ترجمہ:۔ ہم تمہیں کھلاتے پلاتے ہیں محض خدا کی محبت کے لئے اور ہم تم سے کسی بدلہ یا شکریہ کے طلبگار نہیں"۔ دیکھو یہاں کوئی انعام کا لالچ یا سزا کی دھمکی نہیں۔ نہ کسی بدلہ کی طلب ہے نہ شکریہ کی تمنا ہے۔ بلکہ محض اللہ کی لاانتہاہی محبت مقصود خاطر ہے۔ پھر قرآن کریم میں اسکی اکثر آیتوں کی طرح علیٰ حبہٖ کبھی دو سرے معنی رکھتا ہے۔ اسکی اول معنی تو یہ ہے۔ کہ" خدا کی محبت کو مدنظر رکھ کے" اور دوسری معنی یہ ہے کہ تا جو کھانے کی خود بھی سخت ضرورت ہونے کے وہ خدا کے نام پر دوسروں کو دیتے ہیں"۔ اس پاک عقیدہ کے سامنے یہ عقیدہ کہ بڑے بڑے انعاموں کے لالچ سے نیکی کیا کرو کیسا فضول معلوم ہوتا ہے۔ اسلامی عقیدہ میں کسی بدلہ کی ضرورت نہیں۔ بلکہ خدا کی محبت کو مقصود حقیقی بنایا گیا ہے

پھر اسی سورت میں ہم پڑھتے ہیں۔ جعلنٰہ سمیعاً بصیراً o انا ھدینٰہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً o ترجمہ۔ ہم نے اُسے آنکھ اور کان (جو علوم کے دروازے ہیں) دیئے (اور نہ صرف علوم کے دروازے ہی دیئے بلکہ) ہم نے اُسے سیدھی راہ بھی بتلا دی (کہ کیا چیز درست ہے اور کیا غلط ہے) اب چاہے اُن نعمتوں کی قدر دانی کرے۔ یا ناشکری کرے"۔ اس آیت میں تمام اخلاق فاضلہ کی روح موجود ہے۔ اس آیت کا منشا تمثیلی طور پر یوں ہو سکتا ہے۔ کہ انسانی عقل ایک معبد ہے جس میں اخلاق کی سکونت ہے لیکن وہ اخلاق جو فطرت انسانی کے صحیح تقاضے کے مطابق ہیں۔ اور انسان کی رہبری کے لئے اُسکی فطرت میں مرکوز ہیں۔ ان اخلاق کی کنجی کو پالینا کچھ مشکل نہیں کیونکہ یہ ہر ایک انسان میں موجود ہے۔ اُسکی روح کے اندر بقا کے چشمے موجود ہیں۔ اگر وہ خود اُن کو دبا دے۔ تو اس سے خالق پر الزام نہیں آسکتا +

اب اس بحث میں ایک بات باقی رہتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اخلاق فاضلہ کی یہ خوشنما اور راحت بخش تصویر دیکھ کر بہت سے لوگ ممکن ہے متاثر ہونگے۔ اور اسکی طرف کھنچیں گے لیکن انہیں یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ اخلاق نہ تو سطحی قسم کے ہیں اور نہ روغنی مٹی کے بت ہیں کہ اپنی خواہشات کے مطابق جیسے چاہے بنالے +

اخلاق کے جانچنے کے لئے پیمانہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ اپنی خواہشات کے مطابق اُنکی جیسی شکل چاہیں بدلتے چلے جائیں۔ بلکہ اس میں پایداری اتنی کافی ہونی چاہیئے۔ کہ اپنی حالت پر قایم رہے پس اخلاق کے جانچنے کے لئے عقل سلیم کا پیمانہ ہونا چاہیئے۔ نہ کہ خواہشات نفسانی کا۔ اگر خواہشات نفسانی کی اتباع کرکے کوئی شخص خود اپنے ساتھ دغا کرے۔ تو اس کا انجام پرلے درجہ کی پشیمانی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اپنے نفس کو دھوکا دینا آسان راہ ہے مگر انجام نہایت خطرناک ہے پس جو شخص ایمانداری اور دیانت داری سے اپنے اعمال کا محاسبہ عقل سلیم کے پیمانہ سے کریگا۔ وہ ایک محفوظ قلعہ میں اپنے تئیں پائیگا جس کو تسخیر ہونے کا کوئی خطرہ نہیں اور جس کے گرد گلاب کے پھولوں کی باڑ ہے +

حضرت محمد مصطفےٰ صلعم سے آپکے آخری وقت میں جب دریافت کیا گیا۔ کہ آپکے بعد آپ کے متبعین کو کس چیز کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ تمہارے پاس قرآن جو موجود

ہے صحابہ نے عرض کیا کہ درست ہے۔ اگر ایسی باتیں پیش آجائیں۔ جو اس میں مذکور نہ ہوں تو پھر ہم کیا کریں۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسکرا کر عقل سلیم کی پیروی کیلئے ارشاد کیا جسکی آواز ہر ایک بشر اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ اور جو القائے ربانی کے قریب قریب ہے ✣

پس ہمیں ایسا ہی کرنا چاہئے کیونکہ ہم میں سے ہر ایک کی زندگی کا رستہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے بعض حالتوں میں ہم رستہ کا کچھ حصہ مل کر طے کرتے ہیں۔ یا کسی چوراہے پر آپس میں مل جاتے ہیں جس سے زندگی انسانی پرُ ہے لیکن رستہ کا زیادہ حصہ اکیلے ہی طے کرنا پڑتا ہے۔ اور بھٹک جانے کا اندیشہ ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ زندگی کی مثال ایک بڑے بازار کی ہے جسکی شاہ راہ کے دونوطرف دوکانیں اور دلربا سائبان بنے ہوئے ہیں۔ اُن کی دلکشی ہمیں ایک گھڑی اُن کے نیچے دل بہلانے کی طرف مایل کرلیتی اور منزل مقصود کو بھلا دیتی ہے ہمیں دیکھنا چاہئے۔ کہ جب ہم اکیلے چلتے ہیں۔ تو کیا ہم میں ایسی طاقت ہوتی ہے۔ جو ہمیں دلیری سے آگے بڑھنے کے قابل بنا دے۔ یا ہم اندھیرے میں اندھوں کی طرح ٹامک ٹوئیے مارتے پھرتے ہیں۔ اگر ہم اُس پیمانہ کو زیر نظر رکھیں گے۔ جو میں نے اوپر بیان کیا تو نہ صرف آپ ہی آگے بڑھیں گے۔ بلکہ دوسروں کی بھی مدد کر سکیں گے۔ جیسا کہ رات کی تاریکی میں مشرق کی عجوبہ روزگار سرزمین میں یہ ضروری ہوتا ہے۔ کہ راستہ دیکھنے کے لئے چراغ ہاتھ میں ہو۔ اور اس چراغ کا یہ فایدہ ہوتا ہے۔ کہ نہ صرف چراغ والا ہی رستہ دیکھتا ہے۔ بلکہ دوسروں کو بھی پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ کوئی آرہا ہے۔ اور اس طرح ایک دوسرے سے ٹکر لڑ کر گرنے سے بچ جاتے ہیں اسی طرح ہماری روزانہ زندگی میں عقل سلیم کا روشن چراغ ہمارے ساتھ ہونا چاہئے۔ تا جب چاند تاریک بادلوں میں مخفی ہو تو ہم زندگی کی تیرہ و تار راہ پر سے صحیح و سالم گذر جائیں یہاں تک کہ بقائے جاودانی کی صبح صادق میں ہمیں وہ فراموش شدہ خزانے نظر آنے لگیں جو اس وقت ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں ✦

عرب فاتح

ترجمۂ نظم

(از ہیومانٹ ہل)

شہرت کے پروں پر خالد کے ساتھ ساتھ ایک اور سردار بھی اُڑ رہا تھا جسکی رگوں میں عرب کا خون دوڑ رہا تھا۔ اور قابل فخر قوم قریش کی نسل سے تھا۔ وہ شاعر ہو کر بھی ماں کے پیٹ سے سپاہی پیدا ہوا تھا فلسطین کے جنگی معرکوں میں وہ سب سے آگے نظر آتا تھا۔ اور بیت المقدس کی فتح میں جو عمرو بن العاص نے کام کئے۔ اس کے گیت ہمیشہ گائے جائیں گے۔ اس فولادی پنجہ والے سردار کا سب سے بڑا کارنامہ فراعنہ کی زمین کو فتح کرنا تھا جہاں وہ اپنے نیزہ بازوں کو لے گیا جو اپنی وحشیانہ اور عجیب وغریب وضع کے خون کے اعتبار سے سب پر فایق تھے اور گھمسان کے معرکوں میں اپنے بہادر سردار کی اتباع کرنا اُن کا کام تھا۔ اس سردار کی ظاہر شکل سے درشتی اور خودداری نظر آتی تھی۔ ایسی کہ کسی کی چین جبین کی بھی متحمل نہ تھی لیکن ان شوریدہ جذبات کے اندر ابنائے بادیہ کے حریت پسند فرزند کا فیاض قلب مخفی تھا (نظم فرزندان اسلام)

حضرت نبی کریم صلعم کے وعظ و تبلیغ کے ابتدائی زمانہ میں جب کہ ہر ایک شخص آپ کی مخالفت پر تُلا ہوا تھا۔ اور کفر و الحاد کے عقاید اور رسومات کے ساتھ اسلام کی سخت جدوجہد ہو رہی تھی۔ اُس وقت قریش کے ایک نوجوان شاعر نے اس نئے مذہب اور اس کے مبلغ کی ہجو لکھی۔ اور وہی شاعر پھر اُحد اور بدر کی جنگوں میں جن میں کامیابی اور ناکامی کا توازن برابر رہا۔ فوج کفار کی کمان کرتا ہوا پایا گیا۔ یہ شاعر عمرو بن العاص تھا جو خالد کا نہایت قابل ساتھی اور ہمسر تھا۔ ابتدا میں وہ خالد کے ساتھ ساتھ اسلام کے مقابلہ پر لڑتا رہا۔ لیکن صلح حدیبیہ کے بعد وہ خالد کے ساتھ اسلام لایا۔ اور بعد ازاں خود جناب رسالتمآب صلعم کے ماتحت

اُس نے کفار کے مقابلہ پر لڑائیوں میں نہایت امتیاز حاصل کیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں جب جنوب کی مہمات اُس کے سپرد کی گئیں۔ تو نہایت کامیاب جنرل ثابت ہوا ممالک غیر میں اعدائے اسلام اُس کے نام سے کانپتے تھے۔ اس سپہ سالار کا نقشہ ٹیلر نے اس طرح کھینچا ہے۔

"عمرو بن العاص کی عمر حملہ مصر کے وقت قریباً پینتالیس برس کی تھی۔ قد چھوٹا تھا۔ مگر نہایت مضبوط۔ اس کا ورزشی بدن اور قوی جثہ شہسواری اور اُن تمام سپاہیانہ اعلیٰ صفات سے بھرپور تھا جن کا اصلی منبع مغرب کے بہادر مشرقی لوگوں کو سمجھتے ہیں۔ قوی بازو اور فراخ سینہ رکھتا تھا۔ آنکھیں سیاہ تھیں اور حقیقت کو فوراً تاڑ جاتی تھیں۔ اور اُن میں غصہ یا خوش طبعی کا اثر فوراً نظر آنے لگتا تھا۔ چہرہ اگرچہ قوت کو ظاہر کرتا تھا۔ مگر سختی نہ تھی۔ بلکہ لطف و خوشی کا آئینہ دار تھا۔ ڈاڑھی خضاب سے سیاہ ہوا کرتی تھی"

یہ تھا حلیہ اور شکل اُس سپہ سالار کی جو اسلامی فتوحات کے پھریرے فلسطین کی زمین میں اڑاتا پھرتا تھا۔ اور بازنطینی سلطنت کے لنگے تانگے کے سپاہیوں اور کرایہ کے ٹٹوؤں کو ناک سے نکال رہا تھا۔ چنانچہ اجنادین میں ایک خطرناک جنگ ہوئی جسکی زیادہ تفصیل تو نہ معلوم ہو سکی مگر اتنا پتہ لگا کہ وسکورہ کی لڑائی کی طرح نہایت سخت اور خونریز تھی۔ ایزہ۔ لدہ۔ جفواور دوسرے مقامات تمام فتح ہو گئے۔ یہاں تک کہ ۶۳۶ء کے آخر میں خاص بیت المقدس کا اسلامی فوج نے محاصرہ کیا۔ اس مقدس شہر کی نسبت جو عبرانی اور عربی روایتیں مشہور تھیں۔ انکی وجہ سے عیسائی اور مسلمان دونوں اس شہر کی دل سے عزت کرتے تھے۔ قدیم زمانہ میں جب مشرق کی ملکہ گنی جاتی تھی۔ اُس وقت یروشلیم یعنی بیت المقدس بھی سلاطین تھوتمیس رامیس کو خراج دیا کرتا تھا۔ اس کے بعد فبریوں کا حملہ ہوا۔ اور اسرائیلی لوگوں میں قاضیوں کی حکومت قایم ہوئی سلطنت قایم ہو جانے پر حضرت داؤدؑ نے اس شہر کو جیوسائیٹس لوگوں سے چھین کر اپنا دارالخلافہ بنایا۔ ان واقعات کے بعد باوجود اس کے کہ یہوداہ میں یہ سب سے بڑا شہر تھا۔ مگر عموماً ہمسایہ طاقتوں کے ماتحت رہا چنانچہ نینوہ کے جنگجو بادشاہوں نے اُسے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ پھر اسیریا کے زوال پر بابلی آنازل ہوئے! اور فتح کے دوران میں بیت المقدس کے فرزندوں کو قید کر کے لے گئے

جب بابل کو زوال ہوا تو ایرانیوں کی فتح کا جھنڈا اُس پر لہرانے لگا۔ اسکے بعد یونانی آئے۔ اُن کے بعد رومن لوگوں کا شاہی پرچم اُس پر اُڑنے لگا۔ اور ٹائبر پر واقع شدہ شہر یعنی روما کے آہنی شکنجہ میں ساری اسرائیلی قوم پھنس گئی۔ اور طیطوس کے ہاتھوں تلوار کے گھاٹ اتاری گئی۔ بیت المقدس یعنی ہیکل کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ اور یہود تباہ وخانماں برباد ہوکر دُنیا میں سرگردان وآوارہ ہوگئے۔ ان تمام انقلابات کے بعد اب وہ زمانہ آتا ہے۔ کہ یمن یا رکے خون آلودہ میدانوں کو طے کرتے ہوئے اور موت کے منہ میں سے گذرتے ہوئے فتح وظفر کے نشہ میں چور عرب اس شہر پر چڑھ کر آتے ہیں۔ جو دیکھنے میں تو دُبلے پتلے نظر آتے ہیں۔ مگر ہر مصیبت کے جھونکے کو جھک کر جھیل جاتے ہیں۔ اور جنکی دلیری کے آگے کوئی چیز سد راہ نہیں ہوسکتی ہے +

مسلمانوں کے آتے ہی رومی جنرل تو اپنی سپاہ کے ساتھ مصر کی طرف بھاگ گیا۔ اور شہر کی حفاظت شہر والوں پر چھوڑ گیا۔ کچھ عرصہ محاصرہ کے بعد (عرصہ کے تعین میں مورخین میں اختلاف ہے) شہر کے بطریق اعظم سفرونیس نے صلح کے لئے سلسلہ جنبانی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلیفۃ المسلمین کو یہ پیغام بھیجا گیا۔ کہ خود بنفس نفیس تشریف لاکر بیت المقدس کی کنجیاں سنبھال لیں +

حضرت عمرؓ اُس وقت دُنیا کے سب سے بڑے شہنشاہ تھے لیکن بجائے اس کے کہ بحیثیت ایک فاتح کے انکی سواری بیت المقدس کو اس شان سے آتی۔ کہ ہزارہا سوار زرق وبرق کی وردی میں جلو میں ہوتے۔ اور تمام عیش وعشرت کے شاہانہ سامان ہمراہ ہوتے مگر وہ آئے۔ تو اس شان سے آئے کہ ہمراہی میں سوائے ایک دو خادم کے اور کوئی نہ تھا۔ سادہ لباس تھا۔ اور ایک سرخ اونٹ پر سوار تھے جس پر کچھ تھیلوں میں پھل اور آٹا تھا۔ اور ایک پانی کا مشکیزہ تھا جس میں کھانا کھایا کرتے تھے۔ رات کو ایک معمولی عربی وضع کے خیمہ میں سویا کرتے تھے۔ اور اگر ابر نہ ہوتا۔ تو آپ کا بستر بیابان کی ریت ہوا کرتی تھی۔ اور سائبان تاروں بھرا آسمان ہوا کرتا تھا

حضرت عمرؓ نے بطریق اور اہالیان شہر کے ساتھ نہایت مہربانی کا برتاؤ کیا۔ اور ایک عہد نامہ لکھا گیا جسکی رو سے تمام گرجے عیسائیوں کی ملکیت قرار پائے۔ اور بہت تھوڑا سا خراج اُن پر لگایا گیا۔ الغرض اس طرح شہر کے اندر بغیر کسی قسم کی خونریزی ہونے کے بیت المقدس رومیوں کے ہاتھوں سے نکل عربوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ جیسا کہ سلطنتوں کے عروج وزوال در

قوموں کے مردخیز زمین ہوا کرتا ہے۔ اس شہر پر نئے آقاؤں کا قبضہ ہو گیا۔ ۶۳۹ء کے اختتام کے قریب عمرو بن العاص نے وادیٔ نیل کی طرف اپنا رُخ کیا تا مصر کو فتح کر لیا جائے ۔

فتح مصر

عمرو بن العاص نے جو سپاہ ساتھ لی۔ وہ چار اور پانچ ہزار کے درمیان تھی۔ لیکن بعد میں مدد کے لئے وقتاً فوقتاً اور فوج بھی اُن کو بھیجی جاتی تھی۔ مگر کبھی بھی اُن کے پاس بہت بڑی جمعیت نہیں ہوئی۔ ۶۴۰ء کے آغاز میں ہی پلوسیم جو مصر کی کنجی تھا فتح کر لیا۔ اور چھ ماہ بعد ہیلو پولیس پر ایک جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ اب مصر اور بابل تک راہ صاف تھی۔ چنانچہ اول الذکر تو فوراً فتح ہو گیا۔ اور مؤخر الذکر بوجہ اپنی مضبوط قلعہ بندی کے سات ماہ تک اڑا رہا۔ مگر آخر کار بشرائط صلح طے ہو کر مسخر ہو گیا۔ اسکے بعد عمرو نے شمال کی طرف اسکندریہ پر چڑھائی کرنے کیلئے کوچ کیا۔ ۱۳ مئی ۶۴۱ء کو نیکیون پر قبضہ ہو گیا۔ اور جون کے ختم ہونے سے پہلے عربوں کی فوج نے اس متمول اور مردخیز بندرگاہ کے سامنے ڈیرے ڈال دئے۔ اس اثنا میں مسلمانوں کے ممتاز اور بہادر جنگجو مغزین بطور کمک آن پہنچے چنانچہ صحابہ میں سے حضرت زبیر۔ عبداللہ ابن عمر۔ عبداللہ ابن سعد۔ نافع ابن عبدقیس الفہری۔ اور انصار میں سے حضرت عبادہ ابن صامت۔ محمد ابن مسلمہ اور ابو دردا۔ عوام ابن عامر اور دیگر مشاہیر سرداران قوم اور شرفا آشامل ہوئے۔ نومبر کے شروع میں شہر پر قبضہ ہو گیا۔ اُس وقت سے لیکر اب تک اسلام کی تاریخ کے ساتھ اس ملک کی ایسی یکجہتی رہی ہے کہ اسلام کی شان و شوکت اور ترقی و تہذیب کے زمانہ میں اگر یہ ترقیات سے بہرہ یاب ہوتا رہا۔ تو اب علمی و تمدنی جمود کی حالت سے بھی یکساں حصہ لیا۔ اس جمود کی کیا وجہ ہوئی۔ یہ اس جگہ ہمارے معرض بحث میں نہیں۔ فتح مصر کے زمانہ میں جہاں عمرو بن العاص نے اپنی چھاؤنی ڈالی تھی۔ وہاں ایک شہر بن گیا جس کا نام قاہرہ پڑ گیا۔ اور جس کو ہم کیرو کہتے ہیں۔ چونکہ یہاں اسکندریہ کا بھی ذکر آگیا ہے۔ اس لئے بیجا نہ ہوگا۔ اگر کچھ الفاظ اسکندریہ کے اُس عظیم الشان کتبخانہ کی نسبت حوالہ قلم کر دئے جائیں جس میں یونانی علوم و فنون تاریخ۔ پرانی مذہبی روایات فلسفہ اور سائنس کی کتابوں کا بڑا بھاری ذخیرہ موجود تھا ۔

۱۹۰۵ء میں اے۔ این ووسٹن صاحب لکھتے ہیں :-

"اسکندریہ کی تمام لوٹ میں سے شاہی کتب خانہ کے ساتھ فاتح نے اُس کے لایق سلوک نہ کیا۔ اگر اس کتبخانہ کو ضایع نہ کیا جاتا۔ تو یہ ایک ایسی عنایت اور مہربانی ہوتی جس کا اندازہ بھی نہیں ہو سکتا اس بیش بہا خزانہ کتب کے فاضل مہتمم فلوپونس نے نہایت منت اور الحاح سے گذارش بھی کی۔ کہ اس کو ضایع نہ کیا جائے۔ اور عمرو کسی حدتک اس فاضل و عالم کی درخواست قبول کرنے کیلئے مائل بھی تھا۔ مگر اپنے آقا خلیفۃ المسلمین کے حکم کے خلاف کچھ نہ کرنا چاہتا تھا۔ عمرؓ یعنے خلیفہ نے جو کچھ جواب دیا۔ وہ اس قابل ہے کہ تاریخ میں یادگار رہے اور جس نے فاتح کی سپر کو ہمیشہ کے لئے بدنامی کے زنگ سے داغدار کر دیا۔ یعنی یہ جتلا دیا کہ فاتح کو ایسی بیش بہا یادگار فتح کی قدر و قیمت شناخت کرنے کا سلیقہ ہی نہ تھا۔ یا وہ چاہتا ہی نہ تھا۔ اور اگر وہ اسکو ضایع نہ کرتا۔ تو اس سے اُسکی سلطنت کی شان دوبالا سمجھی جاتی۔ اور اُسکی میانہ روی اور اعتدال پسندی کو حیاتِ جاوید کا تاج پہنایا جاتا۔ خلیفہ کا جواب یہ تھا۔ اگر یونانیوں کی تحریریں خدا کی کتاب کے مطابق ہیں۔ تو پھر وہ لغو اور بےفائدہ ہیں اور اُن کو سنبھالنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر مطابق نہیں تو پھر سخت مضر ہیں۔ اس لئے انہیں ضایع کر دینا چاہئے۔ چنانچہ یہ بے نظیر ذخیرہ جس میں قدیم زمانہ کے جغرافیہ اور علم ہیئت کا جلال چمکتا تھا شہر کے حماموں کی آگ سلگانے کیلئے استعمال کیا جانے لگا۔ اور چھ ماہ تک سات لاکھ کتابوں کی راکھ تعصب اور مذہبی خبط کے تباہ کن اثر پر گواہی دیتی رہی۔"

مذکورہ بالا بیان میں مجملاً اس کہانی کا خاکہ کھینچا ہوا ہے۔ جو کئی صدیوں سے اسلام کی تحقیر کے درپئے رہنے والوں نے مسیحی دنیا میں پھیلا رکھی ہے حالانکہ یہ کہانی سراسر غلط ہے۔ یہ اس قسم کی تاریخ نویسی کا ایک نمونہ ہے جنکو تحقیقات سے کوئی سروکار نہیں اور جن پر مذہبی میلان طبع کا رنگ چڑھا ہوا ہے مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ مذکورہ بالا بیان کا لکھنے والا اپنے ہم مذہبوں کی طرف اس قسم کا واقعہ کبھی منسوب کر کے نہیں لکھتا۔ حالانکہ بہت سے اسی قسم کے واقعات عیسائیوں کے متعلق بھی موجود ہیں۔

گبن کے زمانہ کے بعد پھر کسی لایق اور قابلِ مؤرخ نے اس کہانی کو معتبر نہیں مانا اور اسے

بے بٹلر ڈی ۔لٹ ۔لیف ۔ایس ۔اے کی وسیع تصنیفات نے تو اس معاملہ کا کامل طور پر تصفیہ کردیا جسے انہوں نے اپنی کتاب عربوں کی فتوحات مصر کی تاریخ " میں شایع کیا ہے ۔ اس کتاب کے ہوتے ہوئے مجھے اس مضمون پر تفصیل کے ساتھ بحث کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ۔ صرف مجھے وہ نتایج مختصر طور پر لکھ دینے چاہئیں جن پر بٹلر صاحب پہنچے ہیں ۔ اور وہ یہ ہیں ؛

" (۱) اول ہی اول اصلی واقعہ کے پانچسو برس بعد یہ کہانی معرض وجود میں آتی ہے ۔

(۲) اس کہانی میں جو تفصیلی واقعات ہیں ۔ وہ سب لغو اور بیہودہ ہیں ؛

(۳) جان فلوپس جو اس کہانی میں روح رواں ہے ۔ عربوں کے حملہ سے بہت پہلے فوت ہوچکا ہوا تھا ؛

(۴) دو یونانی کتب خانے تھے ۔ ایک میوزیم جو عربوں کے حملہ سے چارسو برس پہلے جولیس سیزر کے آتش بار آلات حرب سے آگ کی نذر ہوچکا تھا ۔ دوسرا سیرایم جو ۳۹۱ء سے قبل ضایع ہوچکا تھا ۔ اور عربوں کی فتوحات سے ڈھائی سو برس پہلے صفحہ ہستی سے معدوم ہوچکا تھا ۔ میرا اپنا قیاس یہی ہے ۔ کہ تھیوڈوسیس اول کے عہد سے لیکر تھیوڈوسیس ثانی کے عہد تک کے زمانہ میں جب عیسائی لوگ کافروں اور مشرکوں کو طرح طرح کے عذاب دے رہے تھے ۔ انہی دنوں میں خود عیسائیوں نے اس کتب خانہ کو جلا دیا ۔ جیسا کہ ملنی صاحب فرماتے ہیں " کہ سارا پیٹس کا مندر ہی وہ خاص مقام تھا جس کے چاروں طرف یہ کشمکش زوروں پر تھی " ۔ اس کے چند سال بعد انہوں نے ہائی پیٹیا کو قتل کردیا ۔ اور تمام کفار کو مٹا دینا چاہا ؛

(۵) نہ پانچویں اور چھٹی صدی کی کتابوں میں اور نہ ساتویں صدی سے لے کر عربوں کی فتوحات تک کی لکھی ہوئی کتاب میں اسکندریہ کے کسی کتب خانہ کے موجود ہونے کا کوئی تذکرہ ہے ؛

(۶) چونکہ اکثر کتب چمڑے پر لکھی ہوئی ہوا کرتی تھیں ۔ اس لئے نہ صرف عمر رضی اللہ عنہ بلکہ دنیا کا کوئی بھی بادشاہ ان کو حمام میں ایندھن کی طرح جلا نہیں سکتا تھا ؛

الغرض وولسٹن کی کہانی کے جھوٹا ہونے پر اور بھی بہت سے دلایل ہیں ۔ اور جنکو ان سے دلچسپی ہو وہ بٹلر صاحب کی تصنیف مذکورہ پڑھ سکتے ہیں لیکن سب سے بڑھ کر یہ ہے ۔ کہ اس بات کا سہرا عربوں ہی کے سر ہے ۔ کہ اس زمانہ میں جب بت پرستی کے زوال کے بعد یورپ میں علم و فضل کا نام و نشان

تک نہ تھا۔ اور چاروں طرف جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اُس وقت اگر عرب یونانی فلسفہ اور سائنس کی حفاظت نہ کرتے تو وُہ کبھی کا معدوم ہو گیا ہوتا۔ گویا یورپ میں علم و فضل کا از سر نو زندہ ہونا عربوں ہی کے طفیل ہے +

حضرت عمرؓ خلیفہ دوم نے اپنی خلافت کے گیارہویں سال مسجد میں نماز کی حالت میں ایک قاتل فارسی غلام ابولولو نام کے خنجر سے شہادت کا جام پیا۔ آپ خلیفوں میں سب سے عظیم الشان اور سب سے زیادہ طاقتور خلیفہ تھے۔ آپ نے تمام قبایل کو باہم شیر و شکر رکھا لیکن آپ کی قدیم باہمی خانہ جنگی پھر ایک نئی شکل میں نمودار ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جلدی ہی خلافت دو ٹوٹ ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے چاہا تھا۔ کہ اپنے بعد حضرت عبدالرحمٰن کو اپنا جانشین مقرر کر جائیں۔ مگر اُنہوں نے اس بوجھ کے اُٹھانے سے انکار کیا۔ تب آپ نے پانچ آدمی مقرر کئے۔ جو خلیفہ کا انتخاب کریں۔ وفات کے وقت اپنے جانشین کے لئے یہ نصایح کیں "جو میرا جانشین ہو اُسکو یہ میری وصیت پہنچا دو۔ کہ اس شہر یعنی مدینہ والوں کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ کیونکہ اُنہوں نے ہم کو اور ہمارے مذہب کو پناہ دی۔ اور کہ وہ اُنکی خوبیوں کی بہت قدر کرے اور اُنکی کمزوریوں پر چشم پوشی اور عفو سے کام لے۔ پھر تمام عرب اقوام سے نیک سلوک کرے۔ کیونکہ یہ لوگ اسلام کی پشت و پناہ ہیں۔ عشر وہ جو اُن سے لے۔ اُس کو اُن کے ہی غریبوں کی پرورش میں صرف کرے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے جو معاہدہ یہود اور عیسائیوں سے کیا ہوا ہے۔ اُس کو پوری طرح نبھائے اے اللہ میں اپنا زمانہ ختم کر چکا۔ اور اپنے جانشین کو سلطنت نہایت مستحکم اور پُر امن حالت میں سپرد کرتا ہوں" +

حضرت عمرؓ کے عہد حکومت میں تمام وہ قومیں جو باہر سے آکر عرب میں آباد ہو گئی تھیں۔ شام اور ایرانی سرحدوں کی طرف منتقل کر دی گئیں۔ نیز آپ نے عرب کے تمام قبایل کا ایک رجسٹر تیار کیا۔ اور آپ نے رسول کریم صلعم کی احادیث کے مجموعہ کو مکمل کیا جسے حضرت ابوبکرؓ نے شروع کیا تھا۔ آپ نے لوگوں کے لئے سنہ ہجری مقرر کیا۔ اور ہجرت کے سال کے ماہ محرم کی پہلی رات کے چاند سے اس سنہ کا ابتدا کیا۔ آپ نے مفتوحہ ممالک کے مختلف اضلاع پر گورنر مقرر کئے۔ چنانچہ شام کا جو گورنر مقرر کیا گیا اُس کا دار الحکومت دمشق تھا۔ یہ فعل اسلامی تاریخ میں ایک اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ جس آدمی کو حضرت عمرؓ نے اس ڈیوٹی کے لئے منتخب کیا تھا۔ وہ بنی اُمیہ میں سے معاویہ ابن ابی سفیان تھا

جس سے اُن خلیفوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ جنہوں نے دمشق کو مغرب کی ملکہ بنا دیا۔ اور سپین میں ایسے بادشاہوں کا سلسلہ پیدا کر دیا جنہوں نے اُندلس کو اعلیٰ سے اعلیٰ انسانی شجاعت اور شہامت کا دنگل بنا دیا۔ اور قرطبہ نہ صرف علم و فضل کے لحاظ سے یورپ کا دماغ کہلانے کا مستحق تھا۔ بلکہ شان و شوکت اور حسن و خوبی کے لحاظ سے بھی دُنیا میں سب پر فوق رکھتا تھا ✦

سیر ووکنگ

(از مسٹر مشیر حسین صاحب قدوائی)

آؤ زاھد تمہیں بھی دکھلادیں
سیر بت خانہ میں خدائی کی

ایک دن جمعہ کو معلوم ہوا۔ کہ آیندہ اتوار کو ووکنگ میں لارڈ ہیڈلے کا لیکچر ہوگا۔ اور کچھ اور ضروری امور پیش ہونگے۔ کچھ دوستوں نے مجھ سے بھی کہا کہ میں بھی اپنا گوشہ عزلت ایک دن کے لئے چھوڑ کر پہنچ جاؤں ✦ یہاں ایک زمانہ سے یہ حال ہے کہ اکثر یہ آوازہ نکلا کرتا ہے

اَے آہوانِ صحرا مجھ کو بھی ساتھ لینا ✦ صحرا سے بھی تو بُوئے حریت آ رہی ہے

انگلستان کی بابت مشہور ہے (کہنا چاہئے کہ تھا) کہ یہاں اگر غلام پابہ زنجیر آوے۔ تو اسکی بیڑیاں خود بخود کٹ کر گر جاتی ہیں۔ ہم یہاں آئے۔ تب بھی لنڈن کے جھگڑوں میں سکون قلب حاصل نہ ہوا۔ اس دُنیا کے سب سے بڑے شہر میں بھی جس میں ہر قسم کی دلچسپی کا ہر طرح کا سامان ہے دل بیمار مطمئن نہ ہوا اور آکر ایپنگ کے جنگل میں مقیم ہوگئے۔ جہاں نہ کوئی ہم نفس نہ کوئی ہمنوا کوئی بات کرنیوالا بھی نہیں بس آہوان وحشی ہیں۔ اور اُن کے ہم صحبت۔ اگر خود حافظ شیرازی نہیں تو اُن کا دیوان اور اسکو کچھ طائران خوش الحان بھی ہیں۔ جو اپنی سریلی آواز سے موسم بہار کی آمد کے گیت گاتے ہیں۔ اور ہم نے جنکی بابت یہ خیال ظاہر بھی کیا ہے ؎ ایک ہے وہ ذات جسکی حمد میں مصروف ہیں ✦ نغمۂ دلگیر سے یہ طائران خوش نوا کبھی دل میں آتے کہ جا وینگے۔ اور کبھی یہ کہ کون اس گوشہ تنہائی کی لذت کو ایک دن کے لئے بھی کھوئے ذرا یہ بھی خیال ہوا۔ کہ مولوی صدر الدین صاحب نے کوئی خاص دعوت بھی نہیں دی۔ اور یہاں ایک شہرت

کی اپنی بڑ ہے۔ جس نے یہاں تک کہلا دیا ہے ؎

یَں ہوں آزادہ رو دُنیا سُبک ہے میری نظروں میں
گراں سرتاج سے جو ہو وہ مجھ سے سرگراں کیوں ہو

لیکن اُسکی روک تو کام کے مذہبی ہونے نے کردی۔ مسجد خدا کا گھر ہے نہ کہ مولوی صدرالدین کا یا کسی اور صاحب کا۔ وہاں تو بے طلب ہی جانا چاہیئے۔ اور ہمارے پاس جواب بھی موجود تھا ؎

نہ پوچھو اہلِ محشر ہم سے دیوانوں کی بیتابی
یہاں مجمع سُنا تھا۔ ہم تلاشِ یار میں آئے

خیر سنیچر کی رات کو گھر کی بڑی بی سے کہا۔ کہ ہم کل ووکنگ جاوینگے۔ اور یہ بھی ممکن ہے بجائے کل ہی لوٹ آنے کے دوشنبہ کی شام کو آویں۔ ابھی کچھ ٹھیک نہیں موسم کا رنگ بھی دیکھیں گے۔ نماز عشا ادا کی رات گذری۔ صبح چڑیوں نے حمد سنائی۔ اس طرف موسم بہت ہی خراب رہتا تھا لیکن اتوار کی صبح کو دیکھا۔ تو آفتاب بھی برآمد اور سفید سفید پالے نے زمین پر چاندنی بچھا رکھی تھی۔ ناشتہ کھایا پھر بھی ابھی عزلت نشینی کا مزہ چھوڑنے پر دل آمادہ نہ ہوا۔ حافظ کی فال نکالی ؎

باآنکہ ازخود غایبم دانہ مئے چو حافظ تایبم در مجلس روحانیاں گہ گاہ جائے می زنم

جب جائے میزنم کی لالچ ہو تو مفت کی شراب قاضی کو بھی حلال "قاضی قوۃ الدین کی اولاد کو بھی۔ اور پھر جب " بزم روحانیاں " ہو تو لالچ اور بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ یہ ملک آخر یورپ میں ہے۔ مادیت کا زور۔ تھوڑی سی روحانیت بھی بہت۔ چلئے صاحب۔ چلدئے۔ اخبار دیکھ کر توحش ہوا۔ مگر علاج دعا۔ اور کیا۔ لورپول اسٹریٹ پہنچکر معلوم ہوا کہ جو ریل براہ راست واٹرلو جاتی تھی۔ آج بند ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ یہ ملک عیسائی اور عیسائیوں کا خدا اسلامی خدا تو ہے نہیں کہ حی القیوم ہو اور لا تاخذہ سنۃ ولا نوم کی توصیف سے متصف ہو۔ ہفتہ میں راحت پسند خدا نے بھی ایک دن (کہتے ہیں تھکن مٹانے کے لئے) آرام لیا تھا۔ پھر اُسکی پرستش کرنیوالے غریب انسان بندہ کیوں نہ لیں۔ یہاں اتوار کو انتظامات درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ پھیر کے راستہ سے جانا پڑا۔ اور مَیں دم کی دم اگر اور نہ پہنچتا۔ تو ووکنگ شریف کی ریل نہ ملتی۔ ریل ملی اور تیز چلی ووکنگ میں چل کر رکی۔ وہاں دروازہ پر ہمارے منشی نور احمد صاحب عمامہ باندھے ہر مسلمان

آنے والے کے لئے کھڑے تھے یہ معلوم ہوا۔ کہ لارڈ ھیڈلے صاحب پہنچ گئے ہیں۔ گھر آئے اب مسجد کی طرف ایک نئی سڑک خوب چوڑی اور لمبی بن گئی ہے۔ اور اُس کا نام بھی اورینٹل روڈ (مشرقی سڑک) رکھا گیا ہے۔ مسجد کا گنبد نظر آیا چھوٹی سی مسجد ہے۔ مگر ہے خوبصورت کلس چمک رہا تھا۔ اُس پر ہلال بہار دکھاتا ہے۔ بعد کو معلوم ہوا۔ کہ ایک ووکنگ کے نو مسلم نے ابھی حال میں از راہِ محبت جلا کر دی ہے۔ اندر مسجد کے جو سورہ فاتحہ لکھی ہوئی ہے۔ اُسکو بھی اُسی بندہ محبت نے از سر نو پھر روشنائی بخشی ہے مکان کے کوٹھے کے اوپر برٹش مسلم سوسایٹی کا جلسہ ہو رہا تھا۔ ہم اُس کے ممبر نہیں۔ اس لئے شریک نہیں ہوئے۔ گو معلوم ہوا کہ بحیثیت مسلمان شریک ہر شخص ہو سکتا ہے جلسہ دیر تک رہا۔ دوپہر کے کھانے کا وقت آگیا ؁

بس یہ نظارہ کھانے کا دل میں تھرتھری پیدا کرنیوالا تھا۔ مولوی صدرالدین صاحب نے یورپ میں بھی دستر خوان عام بچھا رکھا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ شاید یہ بھی حضرت ابراہیم ادھم کی طرح تنہا یہاں نہیں کھاتے۔ ہندوستان کے لئے نہیں مگر یہاں کے لئے یہ دستر خوان عام بھی نوادرات میں ہے۔ لہٰذا اگر اُس کا بھی اچھا اثر یہاں کی مخلوق پر پڑتا ہو۔ تو تعجب نہیں بلکہ مولوی صدرالدین صاحب تو پچھلی عید کی ضیافت کی بابت کہتے ہیں۔ کہ اُس کا بڑا اچھا اثر خلقت پر پڑا تھا۔ اور لوگوں نے بھی ثبوت اسلامی یک جہتی اور اخوت کا سمجھا تھا۔ خیر کھانا افراط سے اور اچھا تو تھا ہی بڑا لطف تو یہ دیکھ کر آیا۔ کہ اس صنم خانہ میں بھی جہاں ذات پات کے جھگڑے قریب قریب ایسے ہی سخت ہیں جیسے ہمارے ہندو بھائیوں کے ہندوستان میں۔ خدائی نور کی یہ جھلک دکھائی دی کہ

بریں خوانِ یغما چہ دشمن چہ دوست

یورپ میں بڑے طبقہ کے لوگ کبھی چھوٹے طبقہ والے کے ساتھ ایک میز پر کھانا نہ کھائینگے مگر ہماری آنکھوں نے کیا دیکھا یہ کہ روسی پرنس (نام میں بھولتا ہوں۔ گو ڈاکٹر لیون نے اس کے معنے جو بتائے تھے۔ وہ یاد ہیں یعنی یعقوب کا لڑکا) مصری شہزادی صالحہ اسی میز پر سب کے شریک طعام تھیں۔ ان دونوں کا نام آگیا ہے۔ تو ذرا اس قدر اور لکھ دینا چاہئے۔ کہ خواجہ کمال الدین کے منجملہ اور رکابلوں کے جو اُنھوں نے یہاں دکھلائے ایک یہ بھی تھا۔ کہ ان روسی پرنس صاحب کو مسلمان کیا۔ اور از سر نو شہزادی کا عقد اُن سے کرا دیا۔ اس سے پہلے تو شاید شہزادی میری

ہم زبان ہوئیں ؎ اپنی حالت سے مسرّت ہے منشیر۔ چاہے اک عالم کرے بدنام عشق
اچھّا تو یہ شہزادے اور شہزادی ۔ لارڈ ہیڈلے اور ووکنگ یا لنڈن کے معمولی لوگ جن کا فخر دُنیا و دین میں بس یہی ہے ۔ کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں ۔ سب بلا کسی امتیاز کے ایک ہی کھانا ایک ہی ساتھ کھا رہے تھے اور مَیں نے اِسے غور سے دیکھا ۔ کہ مولوی صدرالدین صاحب ایک سچے مسلمان کی طرح غریب بھائیوں کی زیادہ تواضع کا خیال کرتے تھے ۔ الغرض اسلام کی مساوات و اخوت کا ایک بینظیر نظارہ تھا ۔ پھر مصطفےٰ ایچ ۔ ایم ۔ لیون ۔ ایم ۔ اے ۔ پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ ایل ۔ ایل ۔ ڈی ۔ ایس ایس ۔ پی ۔ ہم آفریچی ناب حضرات کو یہ سبق دے رہے تھے ۔ کہ خود بھی ننگے سر نہ تھے ۔ بلکہ ایک گول کالی ٹوپی کھانے کی تعظیم کے باعث پہنے تھے ۔

اوّل طعام کا فرض ادا ہُوا ۔ اور "بعدہٗ کلام" کے لئے سب مسجد پہنچے مسجد کے سامنے فوارہ چل رہا تھا ۔ حوض میں سرخ مچھلیاں تیر رہی تھیں فوارہ کے آگے سنگ مرمر پر راجہ تصدق رسول خاں صاحب بہادر کا نام روشن حروف میں نمایاں تھا جس طرح مکان سالار جنگ کے نام سے ہے ۔ مسجد میں بیگم صاحبہ مرحومہ بھوپال کا روپیہ لگا ہے ۔ اسی طرح راجہ صاحب بہادر جہانگیر آباد نے بھی اور نہیں تو چھوٹا سا فوارہ بنوا کر اپنا نام روشن کر دیا ہے ۔ خدا اوروں کو بھی توفیق دے ۔ ہمارے اودھ کے ایک ہی بھائی کا نام ہے ۔ ابھی اور بھی ہونے چاہئیں ۔ کم سے کم ایک تو اور ہوا وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے مشہور و محبوب و مقبول سرغنہ راجہ محمد علی خاں والئے محمود آباد کا . . . . . . انشاء اللہ ہو گا ۔ دن مزے کا تھا مسجد پر نور ہو رہی تھی ۔ اندر داخل ہوئے ۔ اندر داخل ہوتے ہی سامنے کی دیوار پر اللہ اور اُس کے نیچے قل ھو اللہ احد کی پوری صورت دیکھکر دل باغ باغ ہو گیا ۔ وہ شعر جو سرنامہ تحریر ہے کیا موزون تھا ؎

آ او زاہد تمہیں بھی دکھلادیں سیر بُت خانہ میں خدائی کی

اس ملک میں جس میں تین خدا پوجے جاتے تھے جس کو قدرت نے سمندر سے گھیر رکھا تھا اور بادیہ پیمائے طریق وحدت جو کشمیر کی دشوار گذار راہوں ۔ افریقہ کے ریگستانوں چین کی دیوار کے پار پہنچکر نعرہ اللہ اکبر لگاتے رہے تھے ۔ اور اسپین ۔ آسٹریا ہنگری اور فرانس کے ایک حصہ تک خدائے واحد کی منادی کر چکے تھے ۔ یہاں کے سمندروں سے مجبور ہو کر یہاں پہنچنے سے

معذور رہے تھے۔ سمندر کے علاوہ یہاں کے پادریوں نے وہ تمام امکانی کوششیں کر چھوڑی تھیں۔ کہ خدائے واحد کا نام یہاں نہ پہنچنے دیں۔ اور تین خداؤں کی حکومت برقرار رہے۔ کوئی دقیقہ انہوں نے اسلام کو بدنام کرنے مسلمانوں کو ہوا بنانے کا اُٹھا نہ رکھا تھا جس طرح اب یورپ نے انوکھے مادی اختراعات کے کرشمہ دکھائے ہیں۔ اُسی طرح پادریوں نے نفسانیت سے وہ وہ خیالی ہیبت ناک بھوت تیار کر دئے تھے۔ کہ اسلام کا نام لیتے ہی وہ تمام اہلِ ملک کو خوف میں مُبتلا کر دیتے تھے۔ اور اس طرح شیطان یہاں ایک خدا کی منادی نہیں ہونے دیتا تھا۔ یہاں تک کہ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ﴿پ۱۵﴾۔ کم سے کم ایک عمارت تو بنی جو قل ھو اللہ احد ۔ اللہ الصمد ۔ لم یلد ۔ ولم یولد ۔ ولم یکن لہ کفوًا احد ۔ کا دن رات ہر لحظہ ساعت زبانِ حال سے اعلان کرتی رہے ۔

اور اب خدا کے فضل سے یہ خدائے واحد کی منادی کی خدمت اینٹ اور چونے کی عمارت ہی تک محدود نہیں رہی۔ بلکہ ہمارے کانوں نے وہ دل ہلا دینے والی آوازیں بھی سُنیں جس کو اذان کہتے ہیں موذن نے اس اذان کے متعلق ایک قصہ بیان کیا۔ جو عبرتناک ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولوی حاجی محبوب عالم صاحب مصر و قسطنطنیہ کی سیاحت کرتے اسلامی کشش سے ووکنگ بھی تشریف لائے۔ اور ادائے نماز کے لئے ان تین خدائیان مذہب کے ساتھ جو تبلیغ اسلام کے جنون میں یہاں پڑے ہوئے تھے۔ مسجد میں آئے۔ قبل نماز کے موذن نے اذان دی۔ تو انہوں نے طنز سے فرمایا کہ یہاں تم تین کے سوا کوئی نہیں ہے تو اور کسے بلاتے ہو۔ غریب موذن نے جواب میں کہا۔ کہ اُن کو حکم ہوا ہے کہ وہ اذان دیں۔ اور پھر خدا کے کرشمہ دیکھیں اور اُنہوں نے دعا بھی اُسی وقت کی۔ کہ خدایا اس اذان کی حرمت رکھ۔ آمین۔ مولوی محبوب عالم صاحب نے تو خدا کے کرشمہ کو اب تک نہیں دیکھا . . . .

. . اذان کی حرمت خدا نے رکھی۔ آج جس کا دل چاہے۔ اُسے ووکنگ آکر دیکھ لے اور میں مولوی صاحب کو صلاح دونگا۔ کہ اس قہرِ ربانی کے زمانہ میں تو نہیں جس میں خدائے علیم و دانا نے یورپ کو مبتلا کر دیا ہے لیکن بعد کو جب وہ پھر سیاست مصر و قسطنطنیہ کو نکلیں تو یہاں ضرور تشریف لاویں۔ اور اپنی آنکھ سے اذان کی برکت اور اثر کو ضرور ملاحظہ فرماویں۔ مجھے اس واقعہ

کو سُن کر تعجب تو نہیں ہُوا۔ مگر افسوس حسبِ معمول بہت ہُوا تعجب تو اس وجہ سے نہیں کہ بارہا خود اپنے پر یہی کیفیت گذر چکی ہے لوگوں نے اپنی دور اندیشی کے زعم میں یا اپنے زیادہ عملی ہونے کے غرور میں اکثر تجاویز پر مضحکہ اڑا دیا ہے۔ پھر تعجب کا ہے کا ہوتا۔ مگر دل افسوس سے کبھی نہیں بچا اب بھی نہیں بچا۔ کاش ہمارے ہندوستان کے مسلمان بھائی اور نہیں تو اسلام کی قوت کو اس حق کی قوت کو جو القیوم میں پنہاں ہے حقیر نہ سمجھ لیا کریں۔ خواجہ کمال الدین صاحب اور منشی نور احمد صاحب قابلِ حقارت سہی۔ مجنون سہی لیکن جس کا وہ نام بلند کرنا چاہتے تھے جس کا جنون وہ رکھتے تھے۔ وہ تو کسی طرح حقارت سے دیکھے جانے کے قابل نہ تھا۔ مسلمان تو خود کسی قابل نہیں لیکن وہ جس کے وہ نام لیوا ہیں۔ بڑا قدرت والا ہے۔ اور جو مسلمان اُس پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور اُس کے کام کو صداقت اور بے نفسی سے اُٹھاتے ہیں۔ وہ اگر یہ چیخ اُٹھیں تو بیجا نہیں ؎

ابھی پھر ہم ہلا دیں گے کسی دن ربع مسکوں کو
بھروسہ اپنی قوت پر ہے اور حق کی حمایت ہو

ہم مسلمانوں نے اپنی حالت بدقسمتی سے اس قدر پست کر لی ہے۔ کہ ہم کو اب عروج کا خیال بھی نہیں آتا۔ بلکہ ہم اُسے ایک محال چیز سمجھنے لگے ہیں۔ یا عنقا صفت ہونا اُسے یاد کرنے لگے ہیں۔ مجھے کچھ شک نہیں۔ کہ ہندوستان میں اب بھی اس کام کا اندازہ نہ ہوتا۔ جو اس ذرا سی مُدت میں یہاں ہو گیا ہے۔ ان کا ذہن یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ کاش وہ جانتے کہ ع "اُسکی اُمت میں ہیں ہم جس پہ تھا عیسیٰ کو بھی فخر" اور یہ جان کر اغیار سے للکار کر کہتے ع "ہم کو مردہ مت سمجھ لو جسم بے سر دیکھ کر"

جس وقت امام صاحب آکے کھڑے ہوئے ہیں تو پیچھے صفوں میں لارڈ ھیڈلے اور ڈاکٹر لیون وغیرہ نہایت ہی خضوع اور خشوع سے مقتدی تھے۔ نماز کے بعد لارڈ ھیڈلے کا ٹالیرنشن (بے تعصبی) پر لیکچر تھا۔ ممدوح کی ایک عزیزہ نے لکھا تھا۔ کہ تم مجھے اسلامک ریویو نہ بھیجا کرو۔ اس لئے کہ میں نہیں چاہتی۔ کہ تم میرے عیسیٰ کو مجھ سے چھین لو۔ اور یہ کہ میں عیسیٰ کی الوہیت میں کسی طرح کا شک کرنے لگوں۔ لارڈ نے بہت خوبصورتی سے اس تعصب کی قلعی کھولی تھی۔ اور یہ دکھایا تھا۔ کہ خود یہ ڈر کہ اسلامی ریویو کے دیکھنے سے ممکن ہے کہ عیسیٰ کی الوہیت

میں شک آجاوے ظاہر کرتا ہے کہ الوہیت کی بنیاد کے غیر مستحکم ہونے کا خیال خود اِس اعتقاد کے رکھنے والوں کو ہے۔ لارڈ ممدوح نے آخر میں یہ بھی دکھایا تھا۔ کہ اس نازک وقت میں جو اِس جنگ عظیم نے پیدا کر دیا ہے۔ اور بھی بے تعصبی اور رواداری کی ضرورت ہے۔ اُن کے لیکچر کے بعد ڈاکٹر لیون کھڑے ہوئے۔ اور اُس وقت کا عجب سماں تھا۔ خدا نے عجب قوت تقریر عطا کی ہے عجب لہجہ ہے۔ عجب ادا ہے۔ اور چونکہ سچے دل سے وہ مسلمان ہیں۔ جو کچھ اُنہوں نے کہا وہ دل میں اُتر گیا۔ اور جب اُنہوں نے رسول اللہ صلعم کے خدا پر بھروسہ پر غار ثور کے واقعہ کو بیان کیا۔ اور ان اللہ معنا کی ہوا جب کانوں میں گونجی۔ اُس وقت دل کا عجب حال تھا۔ کہ مسلمان اس حالت میں اکیلے ہیں۔ اگر وہ " ان اللہ معنا " کی صدا کو نہ بھولیں۔ اب سے زیادہ اور کب اُس کے یاد رہنے کی ضرورت ہوگی۔ ڈاکٹر لیون ہفت زبان شخص ہیں۔ عربی۔ عبرانی۔ ترکی فارسی اور یورپی زبانوں کے علاوہ خوب جانتے ہیں۔ بڑے پایہ کے عالم اور زبان دان ہیں۔ خدا روپیہ دیدیتا۔ اور لنڈن کی مسجد بن جاتی اور اُس میں ایسے پایہ کے واعظ ہوتے۔ تو پھر پانچ سال کے اندر سمجھدار حصہ **انگلستان کا مسلمان ہو جاتا**۔ صادق پرجوش قابل مسلمان کا یہ **بہترین نمونہ ہیں**۔ اُن کے لیکچر کے بعد مولوی صدر الدین صاحب نے تقریر کی مجمع اس قدر تھا کہ مسجد کے اندر اور جگہ باقی نہ رہی تھی مجھے مسجد کا یہ مجمع دیکھ کر ایک ہال کی ضرورت اور بھی محسوس ہوئی بیگم صاحبہ بھوپال نے اپنی معمولی اور جبلی سیر چشمی سے وہ کل روپیہ ہال کیلئے بھجوا دیا ہے جو اُن سے مانگا گیا تھا۔ مگر اُس کے اندازہ ہی میں غلطی ہونے پر مجھے کچھ شک نہیں کہ اگر بیگم صاحبہ سے تحریک مزید کی جاوے۔ تو موصوفہ اور رقم دے کر ہال تیار کرا دینگی۔ ہال مسجد کی شان کے موافق ہونا ضروری ہے اگر کسی وجہ سے بیگم صاحبہ عالیہ اور رقم نہ مرحمت فرماویں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اودھ سے حاصل ہو جاویگی۔ گو اچھا یہی ہے۔ کہ مسجد بھوپال کی بنائی ہوئی ہے۔ تو اُس کا ہال بھی وہیں کا ہو مشکل کیا ہے۔

سامعین میں لنڈن سے خاص ایسے ایسے قابل اشخاص جیسے ڈاکٹر ڈلا بو آئے ہوئے تھے مجھے خیال آیا اور میں نے مولوی صدر الدین صاحب اور ڈاکٹر لیون سے بھی کہا۔ کہ کاش یہ مجمع اور یہ جلسہ لنڈن میں ہوتا۔ میرے خیالات اکثر مالیخولیائی ہوتے ہیں چنانچہ میرا خیال ہے

کہ ہم کو یورپ میں اسلام کو قابلیتین کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ اور اپنا منتہی خیال اُنہیں کو بتانا چاہیئے دو سو گنوار جاہلوں کے مسلمان ہو جانے سے بہتر یہ ہوگا کہ ایک عالم مسلمان ہو جاوے۔ جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام اور صرف اسلام ایسا مذہب ہے جو سائینس کے ساتھ ساتھ چل سکتا ہے۔ بلکہ سائینس کا ہادی بن سکتا ہے۔ تو کیوں نہ ہم اُسے سائینس والوں کے سامنے پیش کریں۔ ڈاکٹر لیون کی بھی یہی رائے ہے

مولوی صدرالدین صاحب ہر طرح کی کوشش کو تیار ہیں مگر لنڈن میں کام چلانے کے لئے اور ڈاکٹر لیون جیسے واعظ رکھنے کے لئے زر کثیر چاہیئے۔ وُہ بھی خدا ہی دینے والا ہے۔ رفتہ رفتہ مجمع برخاست ہوا۔ ڈاکٹر لیون معہ اپنی بی بی کے رات کے کھانے کے بعد زردہ پلاؤ اُڑا کر گئے۔ اس دن بھر کے جلسہ میں ایک کسر رہ گئی تھی یعنی جلسہ میں تصوّف کی چاشنی نہ تھی۔ جب جلسہ چھوٹا رہ گیا۔ تو خدا بھلا کرے۔ شاہ مصطفےٰ احمد صاحب کا کہ اُنہوں نے ایک درد انگیز فارسی غزل خوش الحانی سے سُنا کر اس کسر کو بھی پورا کر دیا۔ بیگم صاحبہ بھوپال کے یہ وظیفہ خوار ہیں۔ یہ بھی بیگم صاحبہ کی خوش نیتی کہ اُن کا انتخاب اچھا رہا۔ یہ بزرگ (سن کے اعتبار سے تو بزرگ کہنا ناروا ہوگا۔ ڈاڑھی بھی خود خدا ہی نے مختصر عطا کی ہے) صوم و صلوٰۃ کے سختی کیسا تھ زاہد خشک کی طرح پابند ہیں۔ گرہیں اولاد سے عاری جو اودھ کے اُسی مشہور صوفی شاہ عبدالحق صاحب رودولوی کی تصوّف کی چاشنی رکھتے ہیں۔ اور جلسہ کا اختتام ان کی غزل پر خوب ہی رہا ؎

مجھے یہ معلوم کر کے بہت ہی خوشی ہوئی کہ مولوی صاحب صدرالدین کو خود بھی اس کا مذاق ہے۔ اسلام کی یہ امتیازی شان بمقابلہ دوسرے اُن مذہبوں کے جو یہاں رائج ہیں برقرار رکھنا ضروری ہے۔ یہودیوں سے زیادہ سختی و تشدد میں کوئی ظاہر پرست نہیں ہو سکتا۔ اُن کے یہاں مذہبی رسم و رواج ایک فرض ہے جو بالکل حرف بحرف اُسی طرح ادا ہونا چاہیئے جس طرح حضرت موسیٰ کے وقت میں اُن کے رسم و رواج مسلمانوں سے تقریباً سب ملتے ہیں۔ اسلام نے اپنے ارکان و رواج مذہبی اُنہیں سے زیادہ نرلئے ہیں۔ حضرت موسیٰ سے بہتر مذہبی قانون مرتب کرنیوالا کون تھا۔ مگر بس اُن کے پیرؤں نے محض قانون کے الفاظ کو دیکھا۔ اُن کے اصلی معنی پر غور و لحاظ نہیں کیا۔ حضرت عیسیٰ آئے تو یہ حالت دیکھ کر اُنہوں نے توڑنے کی کوشش کی۔ اور وُہ اُن کے پیرؤں نے اب یہانتک پہنچا دی کہ کوئی مذہبی قانون منضبط رہا ہی نہیں۔ اپنے نزدیک اِن لوگوں نے مذہب کو روحانیت

ئے متعلق کر دیا ہے جسم بالکل غیر متعلق۔ روحانیت میں اُس درجہ پر نہ پہنچ سکے جس پر ہندوستان کے رشی یا گوتم بُدھ پہنچ تھے۔ اور اس طرح عام خلقت مادیت کی اس قدر جلد شکار ہو گئی × × ×

× ×

× ۔ اور بالکل اُسی کے دام میں گرفتار ہو۔

اسلام نے موسویت اور عیسویت بلکہ عیسویت سے چونکہ بالاتر بُدھ کی روحانیت ہے۔ اس لئے یہ کہنا چاہئے۔ کہ اس قوم نے موسویت اور بُدھ مذہب کے بین بین ایک شاہراہ نکالی جسم اور روح دونوں کی فکر کی ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة کی دعا مانگنے کو کہا۔ یہ اسلام کا امتیاز زہد میں صوفیت کی چاشنی برقرار رکھنے میں قایم رہتا ہے۔ میرے دل پر سانپ لوٹ گیا جب مَیں نے دیکھا۔ کہ یہاں کے اور سائنس دان سر الیور لاج کے اس کہنے کو مضحکہ سمجھے۔ کہ روح کا وجود ہے۔ اور دل کو دل سے بلاوسیلہ واسطہ تار کے ہو سکتی ہے۔ انکشافات روحانی ممکن ہیں مَیں نے کہا کاش آج اور نہیں تو ہند میں صوفیت کے عالم کا وہ آخری آفتاب حاجی سیّد وارث علی شاہ صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ آج اس عالم ظاہری میں ہوتے۔ تو جس طرح بن پڑتا۔ اُن کو یہاں تشریف لانے کو عرض کرتے ہو۔

ممکن ہے آج بھی ہندوستان میں یا اور اسلامی مقامات پر ایسے لوگ ہوں مَیں نہیں جانتا اگر ہیں۔ تو وہ اسلام کی خاطر ان لوگوں کو روحی کشف وکمالات دکھا کر قائل کر دیتے۔ تو ایک انقلاب عظیم عالم میں ہو جاتا۔ یہ کہنا کہ "آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد" بالکل صحیح نہیں ہے۔ ایسے بھی رگ اسلام میں گذرے ہیں جنہوں نے روحانی صفائی ہونے کو اپنی ہی ذات تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ فیض عام پہنچایا۔ اور بنی نوع انسان کے ہادی بن گئے۔ ہندوستان کے لوگ خواجہ معین الدین چشتی کے ہندو رشیوں سے روحی مقابلہ کے اخبارات سے واقف ہیں ہو۔

مجھے ایک بات سے اور بھی بہت خوشی ہوئی۔ اور مَیں اُس کو از حد امید افزا سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ مولوی صدر الدین صاحب تحریر و تقریر ہی پر تبلیغ اسلام کے لئے بھروسہ نہیں کرتے۔ مَیں تو یہاں تک کہنے کی دلیری کرونگا۔ کہ اُن کی بحث اُس قدر مؤثر طریقہ سے ابھی ہوئی ہی نہیں جس

قدر خواجہ کمال الدین صاحب کی ہوتی تھی۔ وہ اب یہاں کے خیالات اور حالات سے واقف ہوتے جاتے ہیں لیکن جو طریقہ اُنہوں نے تبلیغ اسلام کا رکھا ہے۔ وہ مؤثر ترین ہے یعنی اپنے عمل سے وہ اسلام کا وعظ دینا۔ اخلاق محمدی کا نمونہ دکھا دینا اس کوشش میں وہ بہت کچھ کامیاب ہوئے ہیں۔ اور اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے۔ کہ یہاں جس گلی کوچہ سے وہ اپنا عمامہ باندھے ہوئے نکلتے ہیں۔ اُن کی لوگ بہت تعظیم کرتے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ غربا کی دستگیری کرتے رہتے ہیں بچوں کے اسکولوں میں بچوں کی دعوت وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں۔ اور ہر طرح اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک ایسے مکمل انسان اُمت میں سے ہیں جس کا اعلیٰ ترین وصف انک لعلیٰ خلق عظیم تھا اور جس کا بہترین لقب رحمۃ للعلمین تھا۔

اخلاق عجیب جادو کا اثر رکھتا ہے۔ بقول حافظؒ

بحسن خلق تواں کرد صید اہل ہنر
بہ بند دام نہ گیرند مرغ دانا را

مَیں جب اُن کے ساتھ دوسرے دن اسٹیشن پر آنے لگا۔ تو مَیں نے لوگوں کا برتاؤ اُن سے بہت اچھا دیکھا۔ انگلستان کے لوگ شدید متعصب واقعہ ہوئے ہیں۔ ان کی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ یہ قدامت پرست ہیں۔ اور ہر چیز اپنی کو بہترین سمجھتے ہیں۔ مذہب تو اُن کے نزدیک صرف ایک مذہب ہے۔ باقی سب ہیدن (بت پرست) ہیں۔ اسلام سے تو پادریوں نے شدید دشمنی پیدا کر دی تھی۔ لیکن تبلیغ اسلام کا اوّل ترین زینہ شیخ عبداللہ کوئلم نے طے کیا۔ دس برس پیشتر خود مجھ پر لنڈن کی گلیوں میں پتھر پھینکے گئے تھے۔ عبداللہ کوئلم یا مصطفےٰ لیون وغیرہ کے ساتھ تو قریب قریب وہی برتاؤ ہوا تھا۔ جیسا کہ کفار عرب نے رسول اللہؐ کے صحابیوں بلکہ خود رسول اللہؐ کے ساتھ کیا تھا۔ چنانچہ شیخ عبداللہ کوئلم کے لڑکے کے ماتھے پر اب تک پتھر کے زخم کا نشان موجود ہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی صدرالدین صاحب کی یہ خوش قسمتی ہے۔ کہ اوّل مدارج شیخ عبداللہ کوئلم اور ڈاکٹر لیون وغیرہ طے کر چکے تھے۔ اور اس طرح ان بزرگوں کو جواب اس کام پر آئے ہیں۔ مقابلۃً وہ دشواریاں اُٹھانی نہیں پڑیں۔

مولوی صدرالدین صاحب نے اُس پانچ چھ ماہ میں بہت کچھ کر لیا ہے۔ اتفاقات کہئے۔

یاخدا کی مہربانیاں بھی اُن کے موافق رہیں۔ گورنمنٹ نے فیاضی سے ایک رقبہ ووکنگ ہی میں مسلمانوں کے قبرستان کے لئے بخش دیا ہے۔ اور جو مسلمان زخم خوردہ جنگ انگلستان میں انتقال کرتا ہے اُس کی تجہیز و تکفین مولوی صدرالدین صاحب کرتے ہیں۔ یہ بڑی عقلمندی مولوی صاحب نے کی۔ کہ ووکنگ کے پاس ہی قبرستان حاصل کیا۔ اب جب کوئی فوجی لاش آتی ہے۔ تو وہ فوجی شان سے قبرستان تک جاتی ہے۔ اور شہر کی خلقت میں سے بھی کچھ لوگ ساتھ جاتے ہیں۔ کئی خود ہی نماز جنازہ میں بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ اب تو مولوی صاحب کو یہ فکر بھی لگی ہوئی ہے۔ کہ برائٹن میں ایک مسجد بن جاوے۔ تو جی گورنمنٹ کو بھی کچھ خیال ہوا ہے مسلمان فوج کے بہت سے زخمی برائٹن میں رکھے گئے ہیں مسجد اُن کی بہت اچھی یادگار ہو گی ؛

خلاصہ یہ کہ خدا کے فضل سے مشنری کام بہت اچھا چل رہا ہے۔ اگر ہندوستان میں اس کا پورا اندازہ ہو جاتا۔ تو اب سے اور بھی زیادہ کامیابی سے چلتا۔ یورپ میں ہر کام کے لئے زرکثیر عیسائی مشنری کروڑوں روپیہ ہر سال خرچ کر ڈالتے ہیں۔ ہندوستان میں لاکھوں صرف کر دیتے ہیں۔ اور صرف روپیہ ہی نہیں۔ بلکہ اُن کے مرد اور عورتیں ہر طرح کی ذاتی و جسمانی تکلیف اُٹھا کر کام کرتی ہیں۔ خدا مسلمانوں کو بھی توفیق دے۔ ہمت دے اور اُنکی مدد کرے۔ آمین ؛

تازہ ولایتی ڈاک

جناب حضرت مولنا مولوی صدرالدین صاحب کا تازہ خط
موصولہ ۱۹ اپریل ۱۹۱۵ء عیسوی

رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا کی دو سالہ عمر اور قبولیت

برادران۔ اسلام علیکم و رحمت اللہ و برکاتہ؛

رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے امریکہ و افریقہ و ہندوستان چین ملایا وغیرہ میں عموماً اور انگلستان میں خصوصاً قبولیت عطا کی ہے۔ اس نے نہ صرف انگریزی نژاد رجال و خواتین کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا رُخ پر نور دکھایا ہے۔ بلکہ دُنیا بھر کے مسلمانوں میں

ایک تازہ روح پھونکی ہے۔ افریقہ کے مسلمانوں میں اُس نے خاص تحریک پیدا کی ہے۔ سب سے بڑا کام جو خدا نے
اپنے فضل و کرم سے اس رسالہ کے ذریعہ کیا ہے۔ وُہ انگلستان کے پادریوں اور علم دوست طبقہ میں تبدیلی
پیدا کرنا ہے۔ یہ تو شاید بزرگانِ ملت کو معلوم ہوگا۔ کہ یہ رسالہ کم و بیش دو ہزار کے قریب مفت تقسیم ہوتا
ہے۔ اور یہ تعداد انگلستان کی آبادی کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کی حقیقت تک بھی نہیں پہنچتی۔ تاہم
جب کسی چیز کی قبولیت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ دشمنوں کے منہ میں اپنی زبان دیدیتا ہے۔ مجھے تو بہت
ہی کم موقعہ ملتا ہے۔ کہ میں اپنے کام کو چھوڑ کر گرجاؤں میں جاکر وعظ کروں لیکن فراخ دل اور
معقول پادریوں نے خود بخود اسلام پر وعظ و خطبے پڑھنے شروع کئے ہیں۔ اور اسلام کے حقیقی چہرہ
کو دکھایا ہے۔ اور زور دیا ہے کہ اسلام کے متعلق جو غلط بیانی سے کام لیا جاتا رہا ہے۔ اُس کو بالکل
ترک کردیا جائے۔ اور افسوس کیا ہے۔ کہ آجتک ہمارے پادریوں نے ہمیں اسلام کی قابل قدر و
معقول تعلیمات سے محروم رکھا۔ اسلام وہ مذہب ہے جس کے پیاسے ہم اہلِ انگلستان ہیں اسلام
نے وہ سب کچھ عملاً کر دکھایا جس کی خواب بھی نصرانیت کو نہیں آئی۔ اور اس کفارہ پرستی نے اور
یورپی تہذیب نے بڑے مظالم جایز رکھے ہیں۔ اور دُنیا کو گمراہ کیا ہے۔ غرضیکہ ازیں قبیل سرمن و
وعظ ہو رہے ہیں۔ اخباروں میں چرچا ہوتا ہے۔ وعظوں کو چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت
میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور اکثر ان میں اسلامک ریویو کی عبارات درج کی جاتی ہیں۔
اور اسلامک ریویو و مسلم انڈیا کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ اور اسلام پر جس قدر بھی وہ بیان کرتے ہیں۔ وُہ
اسلامک ریویو ہی بیان کیا جاتا ہے۔ میں نے دو خطبے مارچ اور اپریل کے نمبروں میں درج کئے ہیں
بڑی مبارک ہو یہ کامیابی ہمارے مکرم و معظم جناب حاجی خواجہ کمال الدین صاحب کو جنہوں نے
اس کام کو شروع کیا۔ اور اپنا زر کثیر صرف کرکے شروع کیا۔ ایثار و جوانمردی سے شروع کیا۔
اپنوں اور بیگانوں کے طعن و تشنیع کو اپنے اوپر لیا۔ لیکن خدائے تعالیٰ نے اُن کے دل کی تڑپ
کو قبول کرلیا۔ میں اپنے ذاتی تعلقات اور علم کی وجہ سے علی البصیرۃ کہہ سکتا ہوں۔ کہ اُن کو سالوں
سے اسلامی مبلغ بننے کی تڑپ تھی۔ اور وہ چاہتے تھے۔ کہ شمس ہدیٰ مغرب سے طلوع کرے۔ خدا نے
اُن کو بار آور کیا۔ لیکن اب سوال یہ ہے۔ کہ ہم ہندوستان کے مسلمان خواجہ صاحب کی خدمات
کا کس قدر شکریہ ادا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ میرے خیال میں اُن کا شکریہ اسی رنگ میں ہوسکتا

ہے کہ ان کے کام کو جسے خدائے تعالیٰ نے بار کرکے قبولیت کا شرف بخشا ہے۔ جاری رکھیں۔ وہ خود بھی کسی خطاب یا تمغہ کے خواہاں نہیں ہیں۔ اُن کو بھی اسی میں راحت ہے۔ کہ مسلمان بھی تیک سے اسلام کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو جاویں۔ اُن کو آدمی دیں۔ جو اُن کی مدد کریں۔ اُن کو روپے دیں جس سے کام چلے۔ یہ ہم مسلمانوں کے لئے بہت شرم کی بات ہے۔ کہ خواجہ کمال الدین صاحب کا قیمتی وقت چندہ کی فراہمی میں صرف کرائیں۔

اے خدائے اسلام کے پرستارو۔ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق یہ خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کا وقت ہے۔ یہ موقع اُس نے خود پیدا کیا ہے۔ اسکی ناقدردانی وناشکری نہ کرو۔ اور بیرونی تحریکات سے غنی ہو کر اس کام کے سنبھالنے کے لئے اٹھو۔ موت کا کچھ اعتبار نہیں ساری لیاقت سارے تعلقات سارے مال و متاع ایک دم میں بیکار ہو جاتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو فراست سے کام لیویں۔ اور خدائے قدوس کی رضامندی حاصل کریں۔ حکم الٰہی بھی اسی طرف توجہ دلاتا ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخاسرون۔ فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیراً لانفسکم ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون۔ والسلام

خاکسار صدرالدین امام مسجد ووکنگ۔ بقلم بلال نور احمد ۱۰ مارچ ۱۹۱۵ء

قرآن کریم کے تفسیری نوٹ پارہ اول مرتبہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے چھپ کر شائع ہو گئے ہیں۔ قیمت ۶/

رسالہ حدوث مادہ ۔ مصنفہ حضرت مولوی صاحب موصوف قیمت ۴/

محصول ڈاک اس کے علاوہ ہے

ملنے کا پتہ :۔

منیجر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

ووکنگ مشن کی رپورٹ بابت ماہ مارچ ۱۹۱۵ء

نومسلمین اس ماہ میں دو مرد اور ایک خاتون حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ان میں سے ایک کا نام مسٹر گریوس تھا۔ انکی عمر ۸۰ سال ہے اور تمام عمر عیسائی مشنری کا کام کرتے رہے ہیں۔ خدا کی قدرت تمام عمر یسوع مسیح کی خدائی کا وعظ کرتے کرتے اب خود اُس سے منحرف ہونا پڑا۔ ایک مدت سے اُنکی خط و کتابت مولوی صدرالدین صاحب کیساتھ تھی آخری چٹھی میں مولوی صاحب نے پرزور الفاظ میں اُن کو نصرانیت کو چھوڑنے اور حلقہ بگوش اسلام ہونیکی تحریک کی جس کے جواب میں انہوں نے تصویر اور تصنیف بھیجی اور عقاید باطلہ سے بیزاری اور اسلام کی صداقت کا اقرار کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

وعظ و تبلیغ اس ماہ میں مسرت انگیز خبر یہ موصول ہوئی ہے کہ انگلستان کے کانگری گیشنل چرچ نے جو چرچ آف انگلینڈ کی شاخ ہے حضرت مولنا مولوی صدرالدین صاحب کو اسلام پر ایک سرمن دینے کے لئے دعوت دی۔ چنانچہ حضرت موصوف "اسلام ہی عالمگیر مذہب ہے" کے عنوان سے نہایت مدلل اور زبردست لکچر دیا۔ لیکچر سے پہلے آپ نے نہایت خوش الحانی سے سورہ فاتحہ تلاوت فرمائی۔ اور تثلیث پرستی کی سرزمین میں خدائے واحد کا نام بلند کیا۔ لیکچر کے بعد کچھ سوالات ہوئے جن کے آپ نے اسی وقت جواب دئے۔ اور بہت کامیابی اور فتح و نصرت سے واپس آئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

متفرقات علاوہ ازیں آپکو برائیٹن میں بھی جانے کا اتفاق ہوا جہاں ہندوستانی مجروحین زیر علاج ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے اس مقام کے جو حالات تحریر فرمائے ہیں۔ وہ بہت ہی مسرت اندوز اور ہم ہندوستانی مسلمانوں کیلئے باعث صد افتخار ہیں۔ ہم گورنمنٹ برطانیہ کے از حد ممنون احسان ہیں کہ اس نے اپنی نوازش خسروانہ سے اپنے فدائیان ملک ہند کے دکھ درد کا علاج کرنے کے ساتھ اُنکی اسایش و ارام اور مذہبی جذبات کا پورا لحاظ رکھا ہے۔ اور فریضہ نماز کی ادائیگی کے لئے عارضی انتظام کرنے کیواسطے مولوی صدرالدین صاحب کو بلوایا۔ اور ان سے مشورہ لیکر مسلمانوں کے حسب دستور کافی انتظام کر دیا۔ ایک خاص بات جو مولوی صاحب نے تحریر فرمائی ہے وہ اسلامی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ جس مکان میں ہسپتال ہے۔ وہ ایک شاہی محل ہے جسمیں دو بلند ستونوں پر جن کا رنگ نہایت سرخ ہے۔ نہایت سفید موٹے حروف میں لا غالب الا اللہ لکھا ہوا ہے جو اس اسلامی شان و شوکت کا پتہ دیتا ہے۔ جو ہسپانیہ کی عظیم الشان اسلامی سلطنت کیوقت مسلمانوں کو حاصل تھی۔ یہ محل نہایت عظیم الشان ہے جس پر برائیٹن کو بجا فخر ہے۔ اس میں بیشمار ستون ہیں۔ جن پر ایک نہایت شاندار بلند قبہ کھڑا ہے۔ اس کے نیچے کا رقبہ سات ہزار مربع فٹ ہے۔

اُسوۂ حسنہ

الموسوم بہ

زندہ اور کامل نبی

وہ لیکچر جو محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڈھ میں خواجہ کمال الدین صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب نے دیا ۔

یہ کتاب بفضلہ تعالیٰ کچھ ایسی مقبول خاص و عام ہوئی ہو کہ اسکی مانگ ابتک لگاتار جاری ہو چونکہ اسکتاب کی فروخت سے کوئی ذاتی مفاد مدنظر نہیں بلکہ یہی غرض ہے کہ اس تصنیف سے ہرایک اہل اسلام کو فایدہ پہنچے اسلئے اسکی قیمت نصف کردی گئی ہو۔ پانچ آنہ کے ٹکٹ بھیجکر یا بذریعہ وی پی طلب کریں جس میں ایک آنہ محصول ڈاک ہے ضخامت ۲۴۰ صفحہ اور اعلیٰ درجہ کے ولایتی چکنے کاغذ پر نہایت خوشخط چھپی ہے ۔

مینجر اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور